SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Friday, December 23, 2005

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم

بسْم الله الرحمٰن الرحیم

یا یها الذین امنوا اتقُوا الله و امنوا برسوله یوتکم کفلین من رحمته
و یجعل لکم نوراً تمشون به و یغفر لکم و الله غفور رحیمO لئلا
یعلم اهل الکتب الا یقدرون علی شی من فضل الله و ان الفضل بید
الله یوتیه من یشآء و الله ذوالفضل العظیمO

(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ' اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے۔ اور تمہارے قصور معاف کر دے گا' اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے (تم کو یہ روش اختیار کرنی چاہیے) تاکہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے فضل پر ان

کا کوئی اجارہ نہیں ہے اور یہ کہ اللہ کا فضل اس کے اپنے ہی ہاتھ میں ہے،
جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

(سورۃ الحدید، ۲۸ - ۲۹)

جناب چیئرمین، جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صلی علیٰ محمد
و علیٰ آل محمد۔ Now I annouce the Panel of Presiding Officers.

PANEL OF PRESIDING OFFICERS

In pursuance of Sub-Rule 1 of Rule 14 of he Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988. I nominate the following members in order of precedence to form the panel of Presiding Officers for the 25th Session of the Senate of Pakistan.

1. Ch. Muhammad Anwar Bhinder
2. Mr. Muhammad Akram
3. Mr. Muhammad Azam Khan Swati.

POINT OF ORDER RE: LAW AND ORDER SITUATION IN BALOCHISTAN

Senator Wasim Sajjad (Leader of the House): As is very usual with the Senate, the honourable Sentors are desirous for discussing some important issues, particularly the issue regarding the situation in Balochistan and also to discuss the Kalabagh Dam another water reservoir that perhaps is necessary in the national interest. So, to discuss these matters it was agreed that the Questions Hour will be suspended fortoday and the questions which were to be answered today will be taken up on Monday which is usually a Private Members, Day but questions will be taken on that day.

So, sir with that in the background I would like to move this motion with the consensus of the House, I beg to move under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirements of Rule 22,23, 26, 27, 38 and 120 be dispensed with in order to discuss the motion under Rule194 that is the situation in Balochistan.

Mr. Chairman: It is moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirements of Rule 22,23, 26, 27, 38 and 120 be dispensed with in order to discuss the motion under Rule194 that is the situation in Balochistan.

(The motion was carried)

LEAVE OF ABSENCE

Mr. Chairman: I just read out the leave applications and then we will go on with the business as mentioned by Mr. Wasim Sajjad. The questions will be taken up on Monday.

ڈاکٹر کوثر فردوس فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے سعودی عرب چلی گئی ہیں اس لئے انہوں نے حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ اللہ انہیں مبارک کرے، امید ہے وہ ہم سب کے لئے دعا کریں گی۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب فرحت اللہ بابر نے ملک سے باہر ہونے کی بناء پر آج مورخہ 23 دسمبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب محمد سرور خان کاکڑ ذاتی مصروفیات کی بناء پر گزشتہ 24th Session کے دوران مورخہ 23 اور 24 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لئے

انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب اسفندیار ولی نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج مورخہ 23 دسمبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب لیاقت علی جتوئی نے اطلاع دی ہے کہ وہ اسلام آباد سے باہر ہیں اس لئے آج مورخہ 23 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں گے۔ جناب انجینئر امیر مقام نے اطلاع دی ہے کہ وہ اسلام آباد سے باہر ہیں اس لئے آج مورخہ 23 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب بابر خان غوری نے اطلاع دی ہے کہ وہ کراچی میں پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی بناء پر آج مورخہ 23 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب محمد شمیم صدیقی نے اطلاع دی ہے کہ وہ پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی بناء پر آج مورخہ 23 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے ۔ I think we will take up the discussion then and........

Mian Raza Rabbani (Leader of the Opposition): Sir, point of order.

Mr. Chairman: O.k.

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب چیئرمین صاحب! مجھے یہ بات نہایت افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ 8 اکتوبر کو جو غالباً پاکستان اور برصغیر کی تاریخ میں سب سے بدترین natural calamity ہمارے سامنے آئی، اس کے ہولناک repercussions اور اس calamity کا magnitude; اگر اس کو silver lining کہہ سکتے ہیں تو اس نے ایک چیز ضرور کی تھی کہ پاکستان کی Civil Society نے بڑھ چڑھ کر ایک نہایت ہی موثر کردار ادا کیا اور اس کے ساتھ

ساتھ پاکستانی قوم، ایک قوم کے طور پر ابھر کر سامنے آئی لیکن ابھی the dust had not settled on the earthquake victims or on the debris that came as the result of the earthquake کہ حکومت کی policies نے ایک بار پھر ایک ایسی فضا پیدا کی جس سے برطانوی سامراج کی policy of divide and rule جو ہے، وہ کھل کر ہمارے سامنے آئی۔

جناب چیئرمین صاحب! پچھلی دفعہ جب سینیٹ کا اجلاس ہوا اور آج جب سینیٹ کا اجلاس ہو رہا ہے تو تین ایسے واقعات ہمارے سامنے آئے ہیں جن کی وجہ سے آج پھر قوم اور صوبے ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے اور یہاں پر پہلے بھی اس مسئلے پر بحث ہوئی، اسی floor پر بلوچستان کے مسئلے کے اوپر ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی لیکن اس کمیٹی کی سفارشات کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ صوبائی خودمختاری کے مسئلے کو بالکل ہی نہیں چھوا گیا۔

جناب چیئرمین صاحب! اس کے باوجود کچھ مہینے پہلے بلوچستان کے اندر operation کرنے کی بات ہوئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ political forces نے سامنے آ کے اس operation کو avert کر دیا۔ اب نہایت افسوس کے ساتھ ہمیں یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ بلوچستان کے اندر ایک اور operation اس وقت جاری ہے اور وہ operation اتنا سنگین ہے کہ وہاں پر جہاز استعمال کئے جا رہے ہیں۔ ایک چیز تو یہ سامنے آئی کہ بلوچستان کا operation ایک وفاقی federating unit کے خلاف، وفاق کی کارروائی ہے۔ ابھی یہ مسئلہ چل ہی رہا تھا کہ ایک اور contentious issue اٹھایا گیا جس پر تین صوبائی اسمبلیوں کی قرار دادیں موجود ہیں، جس پر تین چھوٹے federating units کی آراء بالکل واضح اور سامنے ہیں کہ کالا باغ ڈیم کو تشکیل نہیں دیا جانا چاہیے اس وقت تک جب تک کہ تمام federating units کے خدشات ختم نہیں ہو جاتے لیکن وفاقی حکومت اور جنرل مشرف کی طرف سے کالا باغ ڈیم کے issue کو bulldoze کرنے کی جو کوشش کی جا رہی ہے، اس میں تین federating units کو ایک صوبے کے خلاف سامنے لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم یہ بات سمجھتے ہیں کہ کالا باغ کا مسئلہ پنجاب کے عوام کا مسئلہ نہیں ہے، کالا باغ کا مسئلہ اگر ہے تو پنجاب کی elite کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے عوام چاہے ان کا تعلق چھوٹے صوبوں سے ہو یا پنجاب سے ہو، وہ یکجان اور یک قالب ہیں اور وہ

یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ وفاق کو کمزور کیا جائے یا وہ کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ وفاق کو نقصان پہنچے اور اگر کالاباغ ڈیم کو press کیا گیا تو پھر وفاق پر کالے بادل منڈلا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین صاحب! تیسرا مسئلہ جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور یہاں پر وزیرتعلیم صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں، ہم چاہیں گے کہ اس اجلاس کے دوران وہ اس بات کی بھی وضاحت کریں کہ نصاب کے اندر جو مختلف changes لائی جا رہی ہیں اور نصاب کے اندر جو بالخصوص نماز کا طریقہ سکھانا ختم کیا جا رہا ہے، یہ نہایت ہی تشویشناک بات ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! ان تین issues کو مد نظر رکھتے ہوئے، combined Opposition ایک token walk out, notice دلانے کے لئے کرتی ہے۔

(اس موقع پر Opposition نے علامتی واک آؤٹ کیا)

Mr. Chairman: Mr. Javed Ashraf.

Lt. Genl. (Retd) Javed Ashraf (Federal Minister for Education): Mr. Chairman, I would like to make a statement to clarify the doubts that have been raised. I would like to make it absolutely clear that we have no intention of taking out *Islamiat* and I will cover these two, three doubts that have been raised in some of the Newspapers reports. We have no intention of taking out *Islamiat* or Pakistan Studies. There is no such move and it is a total misreporting. Second thing is about *Namaz;* see it in that context, we were talking about Gilgit situation that in Gilgit

طریقہ نماز کیا ہو کہ ہاتھ چھوڑے جائیں یا ہاتھ باندھے جائیں، کے اوپر

there were riots and more than sixty people were killed. Five schools were burnt. For nine months, there was no study and all schools and colleges were remained closed. So, it was a contentious issue which created this sectarian feelings. So, what I stated was that in future, we will be very

careful that we do not project the point of view of any one sect but we will project all that is acceptable to all the sects. And I made it very very clear and I feel very sorry that some reporters either did not understand it or they misconceived and therefore, some news items appeared which have created doubts, I would like to make it very clear and I said it loud and clear that we will teach *Namaz*.

(Desks thumping)

I said that very clear. I said we will teach *Namaz*. However the methodology of saying prayers would be left to the parents to teach their children according to their own sects or *Fiqah*. So that there is no conflict in the schools. This is what I said. As far as the curriculum revision is concerned, the revision when done it is not any single person's prerogative or just unilaterally we will do it. The educationists will do it. Then we will send it to all the provinces and the provinces are free to comment on it.

اور بعد میں مشاورت کے ساتھ

then the curriculum will be formulated. Our last revision of the curriculum was 18 years back. We need to do it, we need to move with time but there is no intention in any way to do anything to harm the religious identity of Pakistan. I would like to make that absolutely clear that there is no such intention and we would caution that.

Mr. Chairman: Thank you.

سینیٹر وسیم سجاد، جناب چیئرمین! میں مختصراً عرض کروں گا۔ رضا ربانی صاحب نے

جو دو تین نکتے اٹھائے تھے۔ ایک نکتہ انہوں نے بلوچستان کے بارے میں اٹھایا تھا۔ جس کے بارے میں میرے خیال میں آج بحث شروع ہو جائے گی۔ دوسرا انہوں نے کالاباغ ڈیم کا ذکر کیا تھا۔ اس کے بارے میں کہا تھا کہ یہ elite کا مسئلہ ہے کسی اور کا مسئلہ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس تاثر کو درست کرنے کے لیے یہ کہنا ضروری ہوگا کہ ڈیم کا مسئلہ ہر پاکستانی کا مسئلہ ہے۔ اگر یہ ڈیم بروقت نہیں بنایا جاتا تو سب سے زیادہ نقصان سندھ کا ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں میرے خیال میں futuristic انداز میں سوچنا چاہیے۔ ہمارے آج کے جو اختلافات ہیں ان کو بھلا کر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ پاکستان کو کن مسائل اور مصیبتوں کا سامنا ہے اور ان کا حل ہم نے کس طرح تلاش کرنا ہے؛ چونکہ پاکستان کی بیشتر آبادی کا تعلق زراعت سے ہے، اس لئے اگر پاکستان بروقت یہ ڈیم نہیں بناتا اور تاخیر ہوتی ہے تو پھر ایک وقت آئے گا کہ بہت سارے اس وقت جو کھیت ہیں وہ صحرا بن جائیں گے۔ تو یہ بھی میرے خیال میں سیاست کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں لیکن یہ ایک ریکارڈ کی بات ہے کہ جب میاں نواز شریف وزیر اعظم تھے تو حکومت نے کالاباغ ڈیم کی حمایت کی تھی اور ان کی کوشش تھی کہ یہ ڈیم جلد از جلد بن سکے۔ جب بے نظیر بھٹو وزیر اعظم تھی تو یہ بھی ریکارڈ کی بات ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس ڈیم کا نام انڈس ڈیم رکھ لیا جائے لیکن اس کو بنایا جائے۔ تو میرے خیال میں ہمیں وقتی اختلافات کو بھول کر آئندہ کے لیے سوچنا چاہیے۔ پاکستان کے لئے سوچنا چاہیے۔ کیونکہ یہ جو چیز ہے کہ کچھ صوبوں کے تحفظات ہیں۔ ان تحفظات کے لئے ہرقسم کی گارنٹی دی جا سکتی ہے۔ Constitutional گارنٹی بھی دی جا سکتی ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر وسیم سجاد، ہرقسم کا تحفظ فراہم کیا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین، رضا صاحب! جواب سن لیں۔ Discussion بعد میں ہو گی۔

سینیٹر وسیم سجاد، لیکن یہ کہنا کہ نہیں بننا چاہیے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ غیر منطقی، غیرمنصفانہ اور اچھا فیصلہ نہیں ہوگا۔ کالا باغ ڈیم کے بارے میں جو چیزیں سامنے آئی ہیں، اس کی feasibility تیار ہے۔ اس کی سارے پہلوؤں پر بات ہو چکی ہے۔ اس میں واضح ہو چکا ہے کہ

نوشہرہ نہیں ڈوبے گا۔ اس کی جو height ہے وہ ۱۰ فٹ کم کر دی گئی ہے۔ ہر قسم کا--------

(مداخلت)

جناب چیئرمین، رضا صاحب! پہلے سن لیں۔ آپ کو جب بولنے کا موقع ملے گا تب بولیے گا۔

سینیٹر وسیم سجاد، دنیا کے experts نے اس کو دیکھ لیا ہے۔ اس کو ہر پہلو سے دیکھا جا چکا ہے۔ اس کی feasibility بھی تیار ہے۔ اگر اس کو آج شروع کیا جائے تو یہ جلد بن سکتا ہے۔ لہذا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس وقت سیاست کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان کے مفاد میں اور پاکستان کے غریب عوام کے مفاد میں کیونکہ یہ امیروں کا مسئلہ نہیں ہے، ہماری بیشتر آبادی غریب ہے اور وہ اس پانی سے فائدہ اٹھائیں گے، ہمیں ان سب چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے فوری فیصلہ کرنا چاہیے کیونکہ تاخیر پاکستان کے مفاد میں نہیں ہو گی۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman: I think, before we go further I just like to mention that the niece of our colleague Anisa Zeb Tahirkheli expired recently. We would like to offer *Fateha*. Qari sahib.

(Fateha was offered)

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب چیئرمین! باقی باتیں تو تب ہوں گی جب کالاباغ ڈیم پر بحث ہو گی لیکن for the record I would like to say that it is absolutely incorrect to suggest that at any stage the PPP government or *Mohtarama's* government tried to sell the issue of Kalabagh.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi (Minister for Parliamentary Affairs): Mr. Chairman, sir, I was one of the Ministers of the Cabinet and it is on the record ....

(Interruption)

Mr. Chairman: Let us cover it in our speeches.

(Interruption)

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: He is wrong He is wrong.

(Interruption)

Mr. Chairman: Let us cover it in our speeches. Order in the House, please.

Mian Raza Rabbani: What he is saying is totally incorrect.

(Interruption)

Mr. Chairman: Order in the House, please. Cover it in your speeches.

Raza Sahib, please take your seat.

Mian Raza Rabbani: Sir, how can he call me a [******]?

Mr. Chairman: Please take your seats.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب چیئرمین! ہفتہ ہوا ہے ایک مضمون ارشاد احمد حقانی نے لکھا ہے کہ میرے علاوہ اور بھی بہت سے آدمی اس کے گواہ ہیں---

Mian Raza Rabbani: He is a [*****].

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No.

(Interruption)

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: He is [*****]

Mian Raza Rabbani: You are a [*****] Your are the [*****]

Mr. Chairman: All such personal comments may be expunged.

\+ [(****) Words expunged by the orders of Mr. Chairman.

Raza Sahib, please take your seat. Niazi Sahib, please take your seat. Let us agree with it that everyone cover it in his speech on his turn. So, let us continue.

All personal accusations are expunged. Let us maintain the decorum of the House.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب چیئرمین! ہفتہ ہوا ہے ایک مضمون ارشاد احمد حقانی نے لکھا ہے کہ میرے علاوہ اور بھی بہت سے آدمی اس کے گواہ ہیں'

this is on record.

جناب چیئرمین، کس نے لکھا ہے؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، ارشاد احمد حقانی نے یہ بات لکھی ہے۔ محترمہ بینظیر بھٹو نے اس کو بنانے کا تہیہ کرلیا اور انڈس ڈیم کے نام سے بنانا چاہا کیونکہ کالا باغ کے لفظ سے ان کو الرجی ہے اور پھر غلام مصطفیٰ کھر کو مشن سونپا گیا۔ اسی کمیٹی روم نمبر ۲ میں ہماری بریفنگ ہوئی اور شمس الملک اس وقت چیئرمین تھے۔ He briefed all Opposition and the ruling party. یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ وہ بنانا چاہتی تھیں۔ جناب والا! ۱۹۹۸ء میں میاں نواز شریف نے practically declare کر دیا construction of that. جب اس پر اعتراضات ہونے تو وہ سیاست کی وجہ سے ڈر گئے۔ President is a fearless person. وہ بہادر آدمی ہے۔ وہ ڈرتا نہیں ہے، سچ کہتا ہے اور وہ وہاں سندھ میں بیٹھ کر بات کرتا ہے۔ وہاں پر یہ نفی کریں اور یہ سارا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں پنجاب کے نام پر کہ forces پنجاب کی ہیں، یہاں بیوروکریسی پنجاب کی ہے اور پنجاب پانی چوری کر رہا ہے۔ یہ سب بھونڈے الزام ہیں۔ اور یہ ڈیم قومی ہے اور یہ بننا چاہیے۔ ورنہ واقعی سچ ہے ۲۰۲۰ء میں صوبوں کے اندر لڑائی ہوگی اور سندھ سب سے زیادہ متاثر ہوگا اور سب سے مفید کالاباغ ڈیم ہے۔ اس کے بعد بھاشا، پھر اکھوڑی، منڈا اور یہ سارے ڈیم بنانے ہوں گے ۲۰۴۰ء تک۔ ۲۰۲۰ء تک تین ڈیم بنائیں گے۔ گومل زام جب بنائیں گے۔ منگلا اور تربیلا جو silt up ہو گیا تو اس کی کمی پھر بھی پوری نہیں ہوسکے گی۔ یہ ویسے ہی

ایک پالیسی کے تحت بات کی اور باہر چلے گئے۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ اگر انہوں نے بات کی نفی کرنی تھی تو یہ پیرپگاڑا صاحب نے بیان دیا ہے' ارشاد احمد حقانی نے یہ مضمون لکھا ہے کہ یہ بات سچی تھی' بی بی بنانے پر تل گئی تھی اور اس ڈیم کا نام بدل دیا تھا۔ کوشش کی اس نے لیکن کامیاب نہیں ہوسکی۔ اب صرف ایک بات رہ گئی ہے کیونکہ قومی مسئلہ ہے۔ صدر اور وفاقی حکومت سو فیصد بنانا چاہتے ہیں جو بنائیں گے ۔ اس لئے صدر قومی ہیرو ہو جائے گا۔ یہ پارٹیاں صفر ہو جائیں گی اور آئندہ انتخابات میں یہ ہار جائیں گی۔ یہ صرف political ends سارا شور و غوغا کر رہے ہیں اور یہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کوئی اس پر ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ شکریہ۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ، جناب چیئرمین! جیسا کہ یہاں طے ہوا تھا کہ جب مقرر تقریر کر رہا ہو تو اس کی تقریر میں interruption نہیں ہونی چاہیے this is the etiquette. This is the rule of the Senate sir. تو جب ان کی بات ہوتی ہے' جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں ' غلط کرتے ہیں' صحیح کرتے ہیں' ہم بڑی خاموشی اور تحمل کے ساتھ سنتے ہیں۔ جب حقیقت کی باتیں کی جاتی ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ غلط باتیں ہیں تو وہ ریکارڈ سے ثابت کریں ۔ اس طرح تو کوئی طریقہ کار نہیں ہے کہ اٹھ کر شور و غل کیا جائے کہ جھوٹا ہے ' liar ہے this is unlike a member of the Upper House sir. They should also know the manners and etiquettes to be a member of the Upper House sir. تو اس ایوان کے تقدس کو پامال نہ کریں اور ٹھیک ہے جو کچھ وہ چاہتے ہیں' جو ان کا interest ہے' کریں۔ حالانکہ انہوں نے یہ غلط کہا ہے کہ یہ ڈیم صرف پنجاب کی elite چاہتی ہے بلکہ سارے پاکستان کے غریب عوام چاہتے ہیں' سندھ کے غریب عوام بھی چاہتے ہیں کیونکہ یہ ان کی آئندہ روزی اور بسر اوقات کا معاملہ ہے۔ پاکستان کی اور خوشحال مستقبل کا یہ مطالبہ ہے۔ لیکن صرف اپنی سیاست چمکانے اور اپنی باتیں بنانے کے لیے یہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں اور this is unlike a member of the Upper House sir. میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا burning question ہے۔ یہ ڈیم بے نظیر صاحبہ بھی بنانا چاہتی تھیں' میاں نواز شریف صاحب کی پہلے جو statement آئی ہے اس issue کے شروع ہونے پر' انہوں نے کہا ہے کہ یہ ڈیم بنایا جائے

لیکن اب یہ ہے کہ یہ اپنی سیاست کے لیے اور ووٹوں کی خاطر پاکستان کے مفاد کو گروی رکھنا چاہتے ہیں اور کل یہی لوگ یہ کہیں گے کہ پاکستان کی حکومت کیا کر رہی تھی ؛ آج پاکستان barren ہو رہا ہے تو یہ کچھ اور کر رہے تھے۔

جناب چیئرمین، وسیم صاحب کہ سن لیں۔

Senator Wasim Sajjad: Sir, irrespective of the fact that we have difference of opinion and we have one point of view and our honourable friends have another point of view, I think, we can not deny the fact that the issues that are thought to be discussed of national importance, very important issues and whether it is the Balochistan issue or the Kala Bagh Dam issue, they are important and I think, we all recognize that they are going to have a lot of implications for Pakistan and they are important for the future of Pakistan and during the course of this discussion certain words have been said which should not have been said in a house of this status and therefore, on behalf of everybody, the entire House, I would like to apologise for whatever words have been said of a personal nature and I would request the honourable members of the Opposition to please come and participate in the proceedings, so that we can proceed ahead and discuss issues and come to certain understanding on problems which are dividing us today. And particularly sir, the question of water, I think is of vital importance, each drop of water is going to be important for Pakistan. I think, it is a matter of our survival and it is for this that I am requesting and I am very grateful to my honourable friends that they have come in the House.

Senator Mian Raza Rabbani (Leader of the Opposition): Mr. Chairman, we all understand the gravity of the issues that are before us and that is why in keeping with the traditions of the Senate we met with you and the honourable Leader of the House and the other members of the House Advisory Committee earlier before the session so that nothing ugly would take place on the floor of the House and we could address these issues of grave importance to the federation straight away. But unfortunately, as per habit certain things did happen and but nonetheless I am very grateful to the honourable Leader of the House who as usual, has risen above the party consideration and I would like to thank him for the sentiments that he has expressed.

Mr. Chairman: Mr. Wasim Sajjad.

MOTION UNDER RULE 194 RE: LAW AND ORDER SITUATION IN BALOCHISTAN

Senator Wasim Sajjad (Leader of the House): I would like to move under Rule 194 that the situation in Balochistan be discussed in theSenate.

Mr. Chairman: I think that has consent of the House and first speaker will be Mr. Amanullah Kinrani. I have the list of further speakers of both sides. We have agreed that Parliamentary Leaders will have 15 minutes and the honourable Members 10 minutes, not a second more, we will have to strictly adhere to that. It is our unanimous decision and we must abide by it and I will also be very strict *Insha-allah* in enforcing it.

سینیٹر امان اللہ کنرانی، جناب چیئرمین! معزز ایوان کے اراکین آج دوسال کے بعد،

رہے اور اس کے بعد جب سے ہم ہاؤس میں بیٹھے ہیں، ہم یہی بات بتاتے رہے ہیں کہ کچھ قوتیں وفاق کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ پاکستان کی integrity کو sabotage کرنا چاہتے ہیں اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ وفاق کے سب سے بڑے اور richest صوبےکو جس کے اندر گیس، تیل اور 780 kilometers ساحل ہیں اس کو دیوار سے لگایا جائے اور اس سلسلے کی تمام کڑیوں کے بارے میں اس ہاؤس نے اور خاص طور پر بلوچستان کے اراکین نے اور ہمارے تمام دائیں بائیں بیٹھے ہوئے ساتھیوں نے اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھرپور انداز میں اس مسئلے کو پیش کرنے کی کوشش کی اور وہاں کے حالات سے آپ کو ہمیشہ آگاہ کیا کہ وہاں پر فوجی operation کی تیاریاں کی جا رہی ہیں اور اس کے انداز مختلف اوقات میں مختلف رہے ہیں، کبھی گرفتاریوں کی شکل میں، کبھی نوجوانوں کو اپنے گھروں سے اٹھا کر torture سیلوں میں تشدد کا نشانہ بنانے کی شکل میں، کبھی 17 March, 2005 میں ڈیرہ بگٹی میں ایک کرنل کی behest پر، ایک DCO کی behest پر نہتے معصوم عوام پر گولیوں اور راکٹوں کی بارش کی شکل میں جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ متاثر ہوئے، کئی لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کے چلے گئے اور ایک مہینے سے زیادہ اس علاقے کے اندر ناکہ بندی جاری رکھی گئی۔ یہ حالات صرف جناب چیئرمین! ڈیرہ بگٹی کے نہیں رہے بلکہ سوئی سے لے کر مکران تک اور وڈھ سے لے کرنصیر آباد تک سر زمین بلوچستان کو آگ اور خون کی ہولی میں نہلا دیا گیا۔ جناب چیئرمین! یہاں بیٹھ کر شاید ہم اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ بلوچستان کی سر زمین پر آج لوگ کن حالات سے گزر رہے ہیں۔ یہاں بیٹھ کر شاید ہم اپنے الفاظ کے ذریعے اس کرب، دکھ، تکلیف اور پریشانی کا ہم اظہار نہیں کر سکتے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم اپنی تقریروں کے ذریعے، اپنی بلند آواز کے ذریعے یا اپنی اس حیثیت اور رتبے کے لحاظ سے کوئی بات کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو بلوچستان میں حالات ہیں اس کا عشرعشیر بھی ہم یہاں پر نہ بیان کر سکتے ہیں اور نہ وہ حقیقت کے قریب ہیں بلکہ حالات اس سے بدرجہا خراب ہیں۔ اس لیے جناب چیئرمین! میں ان حالات کو نہیں دہراؤں گا جو اس سے پہلے ہوئے، میں صرف چند واقعات بیان کروں گا کہ 18 نومبر کو ڈاکٹر حنیف شریف جو qualified ڈاکٹر مکران میں ہے، وہ تربت شہر میں موجود ہوتا ہے، Frontier Corp کے لوگ آتے ہیں، اس کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور مکران کیمپ میں اس کو لے جاتے ہیں اور اس کو

بند کر دیا جاتا ہے۔ 18 نومبر سے لے کر آج تک اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔ یہ چند واقعات میں صرف record پر لانا چاہتا ہوں ورنہ واقعات کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جناب والا! 18 نومبر کو ایک شخص گل محمد کو ایک سال پہلے بھی گرفتار کیا گیا تھا جس کے لیے JIT کرایا گیا جس میں joint investigation ہوتی ہے اور اس کے اندر آرمی کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور اس joint investigation کے ذریعے اس کو باقاعدہ Home Department نے ایک notification کے ذریعے اسے white declare کر دیا اور اس کے بعد اس کو relieve کر دیا۔ مگر جناب چیئرمین! اس کے بعد اس کے اوپر کئی قتل اور کئی بم دھماکوں کے الزامات لگائے گئے اور اس کے بعد اس کو تمام عدالتوں نے ان الزامات سے بری بھی کر دیا اور کئی مقدمات میں جناب چیئرمین! اس کی bail ہوگئی۔ 18 نومبر کو ایک اور مقدمے میں، جب وہ سبی پہنچتے ہیں تو Anti-Terrorists Court کے سامنے وہ پیش ہوتا ہے اور پیش ہونے کے بعد عدالت سمجھتی ہے کہ اس کے خلاف کوئی evidence نہیں ہے، لہذا، اس کی عبوری ضمانت کو confirm کرتی ہے۔ جناب چیئرمین! جب وہ عدالت سے باہر آتے ہیں تو ہماری agencies والے سادہ کپڑوں میں دو گاڑیوں میں آتے ہیں اور اس کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور آج تک اس کا پتا نہیں۔

جناب چیئرمین! اسی طرح ایک ڈاکٹر محمد حنیف بگٹی ہے جو PPL میں ڈاکٹر ہے، اس کی اہلیہ بھی ڈاکٹر ہے، دونوں سرکاری ملازم ہیں اور PPL کا وہ ہسپتال جہاں وہ کام کرتا تھا سوئی گیس کے fence area میں واقع ہے، جس کی رکھوالی army کے ہاتھ میں ہے، DSG (Defence Security Guard) کے ہاتھ میں ہے، اس جگہ سے اس ڈاکٹر حنیف بگٹی کو 23 نومبر کو دن دہاڑے اٹھایا گیا اس تمام security کے باوجود، پولیس اور گارڈ ہونے کے باوجود اور آج تک جناب چیئرمین! اس کا کچھ پتا نہیں ہے۔ پھر جناب والا! بات یہاں پر نہیں رکتی ہے، 9 دسمبر کو PPL کا ایک CBA ہے، یہ بہت اہم واقعات ہیں، آپ کی باہوش اور باشعور پاکستانی قوم اور اس international media کے سامنے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ کیا ظلم وستم ہو رہا ہے، کیا آئین اور قانون کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ 9 دسمبر کو PPL کے CBA (Collective Business Agent) کو بلایا جاتا ہے، اس کے 20 عہدیدار ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ان 20 عہدیداروں کو بلایا جاتا ہے، PPL والے دو دن تک ان کے ساتھ

مذاکرات کرتے ہیں۔ پھر جناب چیئرمین! 9 دسمبر کو جب وہ اپنے ہوٹل Regent Plaza میں پہنچتے ہیں تو رات کے ڈھائی بجے ایجنسی والے آتے ہیں اور CBA کے تمام عہدیداروں کو، 20 کے 20 عہدیداروں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور آج تک ان کا کوئی پتا نہیں ہے۔ ان کے نام میں پڑھتا ہوں۔ ان میں سارے بگٹی نہیں ہیں، ان میں کوئی پنجابی ہے، کوئی سندھی ہے، کوئی بلوچ ہے، کوئی بگٹی ہے مگر پورے کا پورا CBA غائب ہے۔ کدھر گیا آئین؟ کدھر گیا قانون؟ کدھر گیا Article 199 جہاں شہریوں کے حقوق کا تحفظ دیا گیا ہے۔ جس میں fundamental rights کی بات کی گئی ہے۔ کدھر گئے وہ قوانین؟ آج تو پوری کی پوری CBA غائب ہے۔ جن کے نام یہ ہیں جناب چیئرمین،

مرزا شوکت، یہ بگٹی نہیں ہے جناب والا! یہ صدر ہے PPL کی CBA کا، شیر محمد بگٹی، یہ جنرل سیکرٹری، نیاز محمد شیخ، یہ سینیئر نائب صدر ہے اور یہ بگٹی نہیں ہے۔ غلام محمد بگٹی، کمال احمد، جو بگٹی نہیں ہے، حاکم علی بلیدی، یہ بھی بگٹی نہیں ہے، سیف اللہ بگٹی، نیاز محمد بگٹی، خدا بخش بگٹی، حبیب اللہ شیخ، یہ بھی بگٹی نہیں ہے، وقار علی شیخ، یہ بھی بگٹی نہیں ہے، علی احمد بگٹی، امید علی بگٹی، محمود بگٹی، عبدالحمید بگٹی ندیم، یہ بھی بگٹی نہیں ہے، حاجی اعجاز خان کشمیری، حاجی تاج محمد، عبدالعزیز، فیض محمد، یہ بھی بگٹی نہیں ہیں۔ یہ تمام non-local ہیں، یہ سوئی کے رہنے والے نہیں ہیں۔ کوئی کندکوٹ کا ہے، کوئی کراچی کا ہے اور کوئی کہیں کا ہے۔ مگر ان کو صرف اس لیے پکڑا کیونکہ وہ CBA کے عہدیدار ہیں اور آج تک وہ غائب ہیں۔ اس ہاؤس کے سامنے بتا رہا ہوں۔ PPL والوں نے FIR بھی lodge کی ہے لیکن پھر بھی کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس ملک میں۔ جناب والا! یہ ہمارے ہاں affairs ہیں۔ کوئی بھی واقعہ ہوتا ہے، میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا، وہاں ہر قسم کے واقعات ہوتے ہیں۔ وہاں ہر قسم کے ادارے اپنا role ادا کر رہے ہیں۔ کس نے کیا کیا؟ میں اس پس منظر میں نہیں جانا چاہتا ہوں مگر قانون کے طالب علم کی حیثیت سے یہ ضرور جانتا ہوں کہ جب تک ایمرجنسی نافذ نہ ہو، جب تک Cr. PC (ضابطہ فوجداری) کے سیکشن (A) 131 کے تحت صوبائی حکومت کسی کو request نہ کرے آرمی کسی بھی صوبے کے اندر ازخود نہیں جا سکتی۔ آج کل تو صوبائی گورنمنٹ سے زیادہ ضلع ناظم کے پاس powers ہیں کہ 144 نافذ کرے، ضلع ناظم کے پاس powers ہیں کہ وہ

صوبائی گورنمنٹ کو درخواست کرے۔ جناب عالی! یہاں پر ضلع ناظم کو 16 دسمبر کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! ضلع ناظم کوہلو کو گرفتار کیا گیا اور اس کو گرفتار کرنے کے بعد 17 دسمبر کو کوہلو کے عوام پر bombardment شروع کر دی جاتی ہے۔ 17 دسمبر سے لے کر آج تک وہاں پر بمباری جاری ہے۔ جناب چیئرمین! وہاں پر کوبرا ہیلی کاپٹر استعمال ہو رہے ہیں۔ وہاں پر جیٹ طیارے استعمال ہو رہے ہیں۔ ہمارا اور آپ کا مشترکہ علاقہ جیکب آباد کا ائرپورٹ ان سرگرمیوں کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین! چودہ کروڑ قوم اپنے خون پسینے کی کمائی اس فوج کو پالنے کے لئے ٹیکسوں کے ذریعے ادا کرتی ہے کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ہمیں محفوظ کرے، سرحدوں کو محفوظ کرے۔ آج سرحدوں کی حالت یہ ہے کہ ہر دوسرے دن انڈیا کے لئے ایک بس چلانے کی بات کی جاتی ہے۔ انڈیا کے لئے کشمیر کو withdraw کر دیا جاتا ہے مگر پاکستانی شہریوں کے لئے بسیں چلانے کی بجائے ٹینک چلایا جاتا ہے اور ٹینک لے جا کر ڈیرہ بگٹی، کوہلو، سبی، مکران کے عوام پر چلا دیئے جاتے ہیں۔ کیا ٹیکس ہم نے ان ٹینکوں کے لئے اس لئے دیا تھا کہ دشمن کی بجائے اپنی ہی قوم پر چلا دیا جائے؟ جناب چیئرمین! یہ فوج اب اس قابل نہیں رہی کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ یہ آئین اور قانون کو پامال کر چکی ہے۔ یہ ہماری سرحدوں کی محافظ نہیں ہے۔ یہ ہماری قوم کی محافظ نہیں ہے۔ یہ ہماری قوم کی قاتل ہے۔ جناب چیئرمین! چاہے آرمی کا جنرل ہو، چاہے آرمی کا جوان ہو، ہمیشہ انہوں نے ملک کے جغرافیائی حالات کو بدل ڈالا ہے۔ جناب ایوب خان نے میر جاوا ایران کے حوالے کیا، جنرل یحییٰ نے مشرقی پاکستان انڈیا کے حوالے کیا، جنرل ضیاء الحق نے سیاچن انڈیا کے حوالے کیا اور آج جنرل پرویز مشرف آپ دیکھیں گے، پاکستان کے اندر یہی گل کھلائے گا جو 71 میں ہوا ہے، جو اس سے پہلے ہوتا رہا ہے۔ ہمیشہ ان جرنیلوں نے ایسے معاملات کو اٹھایا ہے جن کے نتیجے میں اس ملک کی سلامتی خطرے میں پڑی ہے۔ آج بھی ڈیرہ بگٹی، سوئی، کوہلو، مکران، خضدار اور بولان کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے جہاں پر یہ آرمی ایکشن جاری نہ ہو۔ جہاں پر لوگوں کی عورتوں کو، بچوں کو اٹھایا نہ گیا ہو۔ آج جناب عالی! میری معلومات کے مطابق کوہلو کے اندر کوئی سڑک موجود نہیں ہے، کوئی پختہ راستہ نہیں ہے، کوئی ہسپتال نہیں ہے، کوئی ایئرپورٹ نہیں ہے، کوئی ٹیلی فون کا نظام نہیں ہے۔ میں کوہلو شہر

کی بات نہیں کر رہا' کوہلو سے ہٹ کر جو علاقہ ہے' جو شہر سے ہٹ کر علاقہ ہے' جہاں پر آج کل بمباری ہو رہی ہے' وہاں پر کوئی communication نہیں ہے۔ جو زبانی باتیں ہم تک پہنچی ہیں وہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں' اس ہاؤس کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ آج تک سترہ دسمبر سے 194 لوگ شہید ہوئے ہیں۔ جناب چیئرمین اس 194 کے اندر 71 مرد ہیں' 88 خواتین ہیں' 35 بچے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس قانون کے تحت یہ ہو رہا ہے؟ آرٹیکل 9 اور 10 کہاں گیا؟ آرٹیکل 9 اور 10 میں life and liberty کی ضمانت دی گئی ہے۔ اگر آپ نے کسی کی زندگی کو بھی لینا ہے تو قانون کے تحت لینا ہے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ اگر کسی نے سو قتل بھی کئے ہیں' ایک ہزار قتل بھی کئے' اس کو پہلے آپ نے پکڑنا ہے' چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے لانا ہے اور اس کے بعد trial کے لیے سامنے لانا ہے اور trial کے اندر اس کے خلاف evidence لانی ہے' evidence کے بعد اگر اس پر جرم ثابت ہوتا ہے تو آپ اس کو پھانسی بھی لگا سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ بتایا جائے کہ اگر کوئی واقعہ کوہلو میں ہوا ہے' کون اس کا مجرم ہے' کس عدالت نے اجازت دی کہ کوہلو کے عوام کے اوپر بمباری کر دی جائے' ان کے اوپر ٹینک چلا دیے جائیں' ان کے اوپر توپیں چلائی جائیں' کس عدالت نے ان کو اجازت دی ہے؟ کس پارلیمنٹ نے ان کو اجازت دی ہے؟ کس ادارے نے ان کو اجازت دی ہے کہ اپنے عوام پر بغیر کسی اجازت کے' بغیر کسی حکم کے چڑھ دوڑیں۔ یہ غنڈہ گردی ہے' یہ بدمعاشی ہے' یہ اسی طرح کی بدمعاشی ہے جو بوسنیا میں میلازوچ نے کی تھی۔ اپنے عوام پرظلم کیا تھا' زیادتی کی تھی۔ اقوام متحدہ نے ایک tribunal بنایا آج وہ ٹریبونل میں اپنے عوام کے خلاف بمباری کرنے کے جرم میں trial face کر رہا ہے۔ میں اس ہاؤس سے مطالبہ کرتا ہوں کہ کوہلو کے عوام پر' بلوچستان کے عوام پر بمباری کرنے والے جنرل مشرف کے خلاف میلازوچ کی طرح -------

Mr. Chairman: I think those are not the issues.

سینیٹر امان اللہ کنرانی: میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان کا trial کریں جو اپنے شہریوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ان کو سزا دی جائے۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ رہ گیا ہے۔

سینیٹر امان اللہ کنرانی، اس سے عوام کی بالادستی؛ عوام کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ جب تک ہم ان چیزوں کو نہیں لیں گے، اس کے خلاف کارروائی کرنے کا کوئی قانون پاس نہیں کریں گے اس وقت تک نہ آپ کی جان محفوظ ہے، نہ ہماری جان محفوظ ہوگی، نہ عوام یا کسی بھی شہری کی جان محفوظ ہو گی۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

Mr Chairman: Thank you. As I said we will strictly adhere to the time and I thank Mr. Kanrani for keeping him within the time limit. Mr. Moheem Khan Baloch.

اب 4.50 پر آپ شروع کر لیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، شکریہ جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ اسی floor پر پہلے بھی بلوچستان زیر بحث آ چکا ہے۔ 17 مارچ، بلوچستان کی recent تاریخ میں موجود ہے کہ ڈیرہ بگٹی کے 150 اور 164 کے قریب عوام اپنے ہی فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اس ایوان نے اس چیز کو محسوس کیا اور کوشش ہوئی کہ یہ چیز آگے نہ جائے۔ آج پھر بلوچستان کا معاملہ ہے اور اپنی ہی فوج کے ہاتھوں اپنے ہی عوام کی جانیں ضائع ہونے کی باتیں سامنے آئی ہیں۔ یقینی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی 17مارچ کا تسلسل ہے۔

7 مارچ کا تسلسل صرف 17 مارچ سے شروع نہیں ہوا۔ آپ اس ملک کی تاریخ کو دیکھیں کہ فوجی حکومت رہی ہے یا کوئی سویلین حکومت رہی ہے، بلوچستان میں قیادت کے حوالے سے مختلف شکلوں میں یہی سلسلہ رہا ہے جو آج ہم سن رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں، وہ اس وقت سے آج تک موجود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، ہم سب کہتے ہیں کہ اس ملک میں دو بنیادی چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک تو جمہوریت اور جمہوری اداروں کی موجودگی اور یہ ملک جو وفاقی جمہوری پارلیمانی نظام کے حوالے سے فیڈریشن ہے اور فیڈریشن کے اندر جو چار اکائیاں ہیں ان سب کی مشترکہ رائے ہے کہ وفاق اور صوبوں کے درمیان اور صوبوں کے درمیان آپس میں تعلقات یقینی طور پر اچھے ہونے چاہئیں لیکن اس کے لیے ایک نظام کی ضرورت ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ وفاق رہے، ہماری ضرورت ہے۔ ہم اس کو اپنا وفاق سمجھتے ہیں۔ اس وفاق کے اندر جو اکائیاں ہیں ان کی اپنی

تاریخی، جغرافیائی اور تہذیب و تمدن اور زبان کے لحاظ سے ایک تاریخ اور participation پہلے سے موجود ہے، اس کا بھی خیال رکھنا ہے۔ اس وفاق کے اندر جو اکائیاں ہیں ان کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی حقوق جو ہمارے آئین میں موجود ہیں، جس کا حوالہ ہمارے دوست شقوں کے حوالے سے بار بار دے رہے ہیں، اس کی پاسداری ضروری ہے کیونکہ بغیر نظام کے کوئی ملک نہیں چل سکتا۔

بنیادی طور پر ہم کہتے ہیں کہ قانون کی حکمرانی ہونی چاہیے، آئین اور دستور کی بالا دستی ہونی چاہیے، عوام کی رائے کا احترام ہونا چاہیے۔ اس ملک کے وسائل اس ملک کے پندرہ کروڑ عوام کو با عزت طریقے سے اور مساوات کی بنیاد پر ملیں اور اکائیوں کو اپنی اکائی کے اندر انتظامی اور مالیاتی اختیارات ملنے چاہئیں لیکن اس وقت اس ملک میں جو نظام موجود ہے اور یہ نظام ماضی سے چلا آ رہا ہے اس نظام میں فیڈریشن کے اندر اکائیوں کو انتظامی اور مالیاتی اختیارات ہیں ہی نہیں۔ میں یہاں تک کہوں گا کہ بلوچستان اپنے 95% بجٹ کے سلسلے میں بھی مرکز کا محتاج ہے۔ صدر محترم نے خود آ کے کہا کہ بھیک مانگنے کا کلچر ختم ہونا چاہیے۔ یہ بھیک مانگنے کا کلچر کیوں ختم نہیں ہوتا؟ تو میں سمجھتا ہوں اس پس منظر میں ماضی سے آج تک تسلسل موجود ہے، اس کے پس منظر میں مجھے اور بھی کچھ محسوس ہوتا ہے۔

بات سردار کی نہیں ہے، بات دو سرداروں کی نہیں ہے، تین کی نہیں ہے۔ میں اس ایوان میں کہتا ہوں کہ سرداری نظام اس وقت ہم پر مسلط ہے۔ مجھے اس نظام سے اختلاف ہے یہ ختم ہونا چاہیے لیکن تین سرداروں کے نام کی بجائے جو گورنمنٹ کے بنچوں پر بیٹھے ہیں، جو حکومت کی بغل میں بیٹھے ہیں آپ ان کی تاریخ کو بھی دیکھیں، وہ بھی اس گناہ کبیرہ سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو بھی سردار حکومت کے ساتھ ہوتا ہے وہ عوام پر زیادہ ظلم کرتا ہے، وہ اس طاقت کو عوام کی مشکلات کم کرنے کی بجائے عوام کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ اگر سردار کی بات ہے تو مجموعی سرداروں کی بات ہونی چاہیے، اگر سردار کی بات ہے تو سندھ اور پنجاب میں جو جاگیرداری سسٹم ہے، جو ایک ناسور ہے کہ سندھ میں ایک ہی خاندان لاکھوں ایکڑ زمین پر بیٹھا ہوا ہے اور غریب لوگوں کا خون چوس رہا ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ اقتدار میں ہے۔ چوہدری جو پنجاب میں ہیں، وہاں بھی ایک ہی خاندان ہزاروں ایکڑ زمین پر قابض ہے،

اسکے خلاف بھی ہونا چاہیے۔ میں یہاں کہتا ہوں کہ انڈیا کی independence ایک دن کے بعد ہوئی ہے، ہم ایک دن پہلے اور وہ ایک دن بعد آزاد ہوئے ہیں، وہاں اس وقت feudal culture اتنا مضبوط تھا جس کی ہمارے ملک میں مثال نہیں ملتی لیکن نہرو نے کانگریس کی قیادت کرتے ہوئے بہت سی اصلاحات کا اعلان کیا اور اپنے دور حکومت میں اس نے وہاں کے مضبوط ترین جاگیرداری اور سرمایہ داری کلچر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور آج اسی لئے وہاں پر ایک جمہوری، معاشی اور سیاسی نظام ہے۔ اگرچہ ہم ایک جیسے وسائل رکھتے ہیں لیکن ایک ارب آبادی کے باوجود انڈیا ہماری نسبت ایک اچھی زندگی گزار رہا ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر حکومت میں قوت ہے اور وہ جو ارادہ رکھتے ہیں تو وہ نہرو بنیں لیکن نہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کسی اور طرف جا رہے ہیں، میں بین الاقوامی تناظر میں بات کر رہا ہوں۔ یقینی طور پر ہم جمہوریت کے خلاف نہیں ہیں لیکن اس وقت امریکہ اور اس کے صدر کی جو پالیسی ہے، ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے میں اس سے اختلاف رائے رکھتا ہوں کہ اس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور دنیا کی جمہوریت پسند قوتوں کی آواز کو by pass کیا۔ عراق کی آزادی کا احترام نہ رکھا، عراق میں انسانی حقوق کا خیال نہیں رکھا۔ پونے تین سال سے NATO کی فوج وہاں بہت بڑا آپریشن کر رہی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم بندوق کی نالی سے جمہوریت لائیں گے۔ آئیں، لائیں، امریکہ کے پاس دولت، فوج، اسلحہ اور سیاسی طور پر کمی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وہ عراق کے عوام کی آواز کو نہیں دبا سکا، وہاں پر ایک مزاحمتی جنگ جاری ہے۔ بدقسمتی سے میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے ملک میں بھی وہی کھیل کھیلا جا رہا ہے جو بین الاقوامی طور پر امریکہ، عراق میں کھیل رہا ہے۔ ہمارے ہاں اسلام آباد کی مقتدر قوتیں اس ملک کے چھوٹے صوبوں اور خاص طور پر بلوچستان میں، شروع سے لے کر آج تک ہم پر ریاستی قوت کو استعمال کرنے کی پے در پے کوشش کرتی ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ بندوق سے جمہوریت نہیں آ سکتی، بندوق سے سرداری کلچر ختم نہیں ہوتا، بندوق سے feudal culture ختم نہیں ہوتا اگر ختم ہوتا ہے تو پارلیمنٹ کی حکمرانی، دستور اور آئین کی بالادستی، عوام کی رائے، عدلیہ کی آزادی، اس ملک کے وسائل اور حکومت میں عوام کی برابر کی شرکت سے ہوتا ہے۔ لہذا اس وقت بلوچستان میں جو ایک سلسلہ ہے یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے بلوچستان کے پس منظر کو دیکھ رہا ہوں اور اپنے اس ادارے میں جس

میں چاروں صوبوں کی نمائندگی ہے، ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم ایوان بالا کے ممبر ہیں، ہمارے اوپر ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس ذمہ داری کے حوالے سے میں عوام کو کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ نوٹ کریں کہ انہی ایوانوں میں غوث بخش بزنجو نے بھی کوئی بات کی تھی۔ اس وقت کہا گیا تھا کہ اس کا بلوچستان سے تعلق ہے لیکن آج اس ملک کی مجموعی تاریخ میں غوث بخش بزنجو کو یاد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس ملک میں جو سیاسی کردار ادا کیا وہ اچھے انداز میں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت ہم پارلیمنٹ میں بیٹھے ہیں، پارلیمنٹ میں پرامن طریقے سے، باعزت طور پر مسئلہ حل ہونے کے راستے موجود ہیں لیکن یہ تسلسل جو بلوچستان میں ہے، پارلیمنٹ، پارلیمنٹ کی پیداوار حکومت، عوام کی رائے، آئین کو by pass کیا جاتا ہے اور بندوق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ہم وہاں یہ کریں گے، وہ کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ تسلسل وہاں رہا تو وہاں ایک نئی قوت، ایک نئی قیادت ابھرے گی اور وہ قیادت، جو آج ہم federation کی بات کرتے ہیں، جو آج ہم صوبوں کے درمیان harmony کی بات کرتے ہیں، وہ federation کی بات نہیں کرے گی، وہ صوبوں کے درمیان harmony کی بات نہیں کرے گی، وہ کہیں گے ہم اس بلوچستان کی ہر چیز کے مالک بننے کے لیے تیار ہیں۔ ایک natural بات ہے کہ آئین کو بائی پاس کیا جاتا ہے، غلطی کس کی ہے۔ ہم عوام سے کہتے ہیں کہ یہ کریں گے وہ کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ جہد سے ایک نئی سیاسی سوچ ابھرے گی، ایک نئی قیادت ابھرے گی اور وہ قیادت جو ہے وہ سیدھی سیدھی بات کرتی ہے۔ آج ہم صوبوں کے درمیان ہم آہنگی کی بات کرتے ہیں۔ بلوچستان میں نئی سیاسی قیادت ابھرے گی تو وہ صوبوں کے درمیان ہم آہنگی کی بات نہیں کرے گی۔ وہ کہے گی کہ بلوچستان کے پاس رقبہ زیادہ ہے اور ہمارے پاس کیا ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ کوئی جاتا ہے، کوئی مرتا ہے، کوئی قربانی دیتا ہے، چاہے میں اس کے ساتھ نہیں ہوں لیکن وہ اس جدوجہد میں شامل ہے۔ یقینی طور پر اس کا جائز پروگرام بھی ایک سلسلہ ہے۔ اس لیے خدارا! اس کی طرف توجہ کی جائے اور میں اس ایوان سے کہتا ہوں کہ اس ایوان کی پیداوار ہماری حکومتیں، ہمارے بچوں کو جس طرف لے جا رہی ہیں، خدارا! ان کو روکیں۔ اگر آپ نہیں روکیں گے تو ایک قیادت آئے گی، وہ قیادت جب آئے گی تو ظاہری بات ہے کہ وہ پارلیمنٹ کو نہیں مانے گی اور وہ بےمعنی ہوگی، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی تو پھر ہمارے

لیے دو راستے رہ جائیں گے۔ ہم سیاسی لوگ بے شک اس ایوان میں بیٹھتے ہیں، جب ہمارے ہاتھ سے وہ نکل جائے گا تو ہم سیاسی لوگوں کے لیے سوائے اس کے اور کوئی کردار نہیں ہوگا کہ یا توہم وہاں جا کر سیاسی جدوجہد کریں یا نئی قیادت جو آئے گی اس کو قبول کریں۔ ہمارے لیے دو راستے ہیں ۔ اس ایوان سے کہہ رہے ہیں کہ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اس کو آگے نہ جانے دیں۔ بلوچستان میں گرفتاریوں کا سلسلہ ہے۔ بہت بے جا گرفتاریاں ہیں۔ اس کی مثال ماضی سے بہت ملتی ہے۔ میں نے ایس ایم ظفر صاحب کے function میں بار بار کہا ہے، رضاربانی صاحب نے بھی sub committee میں بلوچستان میں بیجا گرفتاریوں کے بارے میں کہا ہے۔ وہاں بھی میں نے کہا ہے، اب بھی میں ایوان میں کہتا ہوں کہ بیجاگرفتاریوں کو بند کرنا چاہیے۔ جو بھی اس گورنمنٹ کی vision ہے ، اس vision کی وجہ سے فوج کے ذریعے، بندوق کے ذریعے مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ سیاسی حوالے سے ،پارلیمنٹ کے حوالے سے، ہم آہنگی کے حوالے سے ، بیٹھ کر بلوچستان کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں ۔ یہ ایک اجتماعی مسئلہ ہے ۔ وفاق اور صوبوں کے درمیان ہم آہنگی بہت ضروری ہے ۔ اس ملک کے لیے ہم آہنگی کی ضرورت ہے ۔اس کے بعد کالاباغ کی بات آتی ہے ---

جناب چیئرمین، دو منٹ رہ گئے ہیں ۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ ، کالاباغ کی بات کرتے ہیں۔ ہمیں اس پرکوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرے خیال میں سب عوام کہتے ہیں کہ ہمارا پانی ضائع نہ ہو اور ہم اچھے پانی کو store کریں، اچھے ڈیم بنائیں، ہمارے پاس زمینیں ہیں، کھیت ہیں ، ان سے ہم فائدہ اٹھائیں لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس ملک میں چار اکائیاں ہیں۔ ان چار اکائیوں کی رضا مندی اپنے عوام کے واسطے ضروری ہے۔ اس وقت کالاباغ کے حوالے سے ایک تاثر اس کے بنانے کے لیے دیا گیا ہے۔ سندھ میں بہت احتجاج ہے۔ بلوچستان میں ایک احتجاج ہے اور بلوچستان محسوس کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جس انداز میں کالاباغ ڈیم کی تعمیر کی بات ہو رہی ہے۔ اس وقت سب سے پہلے ملک کی بقاء ، سلامتی اورمضبوطی کی ضرورت ہے اور آنے والے وقت کے لیے ہم سب کو مل کر بیٹھنا چاہیے اور اس مسئلے کو ہم آہنگی سے طے کرنا چاہیے اور صوبوں کی ہم آہنگی

سے اس کو حل کرنا چاہیے۔ ورنہ جس طریقے سے اور جس انداز میں اس کی بات ہو رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں اور بلوچستان کا سیاسی کارکن ہونے کی وجہ سے کہتا ہوں کہ چھوٹے صوبوں کا جو احتجاج ہے اور ان کی جو باتیں ہیں، ہم ان کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، مسٹر ثناء اللہ بلوچ، ۱۵ منٹ ہیں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی آن پہنچا ہے۔ خدا کرے کہ حکمران کو اس نماز اور اذان کی بدولت ہم جیسے غریب اور محکوم لوگوں پر ترس آ جائے۔ جناب چیئرمین! آج معلوم نہیں ہے کہ میں کس پیرائے سے، کس Constitution کے Article سے یا کس International Convention سے شروع کروں جن کا پاکستان signatory ہے، Constitution کے کون سے Article کا حوالہ دوں کہ میرے مظلوم، محکوم اور غریب صوبے کو مسلسل طور پر نظرانداز کیا جا رہا ہے، اس کی violation کی جا رہی ہے۔ میں انسانی حقوق کے کس charter کا، اس کی کس شق کا حوالہ دوں کہ جس کی تمام شقیں ہم جیسے غریب انسانوں کے خلاف استعمال کی جا رہی ہیں۔

جناب والا! آج میں کسی سے یہ التجا نہیں کروں گا کہ بلوچستان جل رہا ہے۔ تین سال پہلے جب میری پہلی تقریر تھی تو میں نے اور میرے تمام دوستوں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ آج بلوچ اور پاکستان ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہیں۔ پاکستان کی ساڑھے چھ لاکھ فوج، پاکستان کی ائیرفورس، پاکستان کے بمبار طیارے، پاکستان کی Civil Armed Forces, paramilitary forces, پاکستان کے gunship helicopters, بلوچستان کے مشرق سے لے کر مغرب تک برہنہ پا، غریب، مظلوم، محکوم اور بیمار حال بلوچوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ ان بلوچوں پر جنہوں نے گزشتہ پچپن سالوں میں اپنے وطن سے نکلنی والی گیس کی بدولت پاکستان کے ایوانوں میں روشنی کی۔ ان بلوچوں کے جغرافیہ پر بمباری کی جا رہی ہے جن کے وطن سے نکلنے والی گیس کی بدولت پنجاب میں 6700 کارخانے براہ راست چلتے ہیں۔ آج اس بلوچستان میں آپریشن کیا جا رہا ہے جس کے دم سے بجلی کی بدولت turbine اور thermal power generation ہوتی ہے جس سے 17,794 mega watt بجلی پیدا ہوتی ہے۔

جناب والا! کس بلوچستان کا ذکر کروں؛ اس بلوچستان کا جس کے مفلوک الحال غریب انسان جو کہ اس وقت پاکستان کے ایک کروڑ سے زیادہ domestic consumers کو گیس کی سہولت فراہم کر رہے ہیں، جس سے پاکستان کے 5,6 کروڑ شہری فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ آج میں آپ سے التجا نہیں کروں گا۔ دسمبر کا مہینہ پاکستان کے جغرافیہ کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جنرل مشرف نے، پاکستان کی ملٹری نے، پاکستان کے خفیہ اداروں نے، پنجاب کے بالا دست طبقے نے آج سے چار سال قبل یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ actively participate کرنے والے بلوچستان کی political leadership کو صفحہ ہستی سے مٹانا ہے۔ جناب والا! یہ فیصلہ آج کا نہیں ہے، دنیا میں دو آدمی بھی بیک وقت active نہیں ہو سکتے لیکن پورے بلوچستان میں ڈھائی لاکھ کے قریب پاکستان کی ملٹری، paramilitary forces، خفیہ اداروں کے اہلکار، coast guard اور پاکستان کی نیوی کیوں alert کھڑی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہمیں وفاقی وحدت نہیں سمجھتے، آپ ہمیں federating unit نہیں سمجھتے، آپ ہمیں ایک ملک سمجھتے ہیں۔ آج آپ نے بلوچوں کو ایک ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے، آپ نے بلوچ کو ایک طاقت تسلیم کیا ہے۔ بلوچ بیشک یہ جنگ ہار جائے۔ جناب والا! بلوچ آپ سے چار جنگیں ہار چکا ہے۔ 15 اپریل 1948ء کی جنگ ہم ہار گئے لیکن ہم نے آپ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے، ہم نے 1971ء کی بنگلہ دیش والی مثال قائم نہیں کی کہ دنیا کے guinness world record میں لکھا جاتا ہے کہ نوے ہزار سپاہیوں نے ہتھیار ڈالے۔ خدا کی قسم اگر نوے ہزار بلوچ مسلح ہوں تو میں آپ کو سارا جنوبی ایشاء فتح کر کے دکھاؤں گا لیکن ہم 9 ہزار ہی سہی، ہم 900 ہی سہی، ہم 9 ہی سہی لیکن 15 اپریل 1948ء کو ہم نے surrender نہیں کیا۔

(اس موقع پر اذان مغرب کی آواز سنائی دی)

جناب چیئرمین، کیا خیال ہے یہ تقریر ختم کرلیں تو پھر نماز کے لئے break کریں، ان کے دس منٹ اور ہیں؟

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب والا! وقفہ کر لیجیے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے پھر نماز کے بعد آپ انشاء اللہ باقی تقریر کیجیے۔

We adjourn now for the "*Maghrib Prayers*" and will reconvene *Inshaallah* at 5.35 p.m.

(اس موقع پر 5.35 بجے شام تک نماز مغرب کا وقفہ کر دیا گیا)

(The House reassembled at 5.40 P.M. after Maghrib prayers.)

Mr. Chairman: Mr. Sanaullah Baloch.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! جس طرح سے میں گزارش کر رہا تھا کہ تمام آئینی دفعات، تمام articles، تمام یقین دہانیاں یا guarantees ہیں صوبوں سے متعلق، وفاقی وحدتوں سے متعلق، بلوچستان میں ان کو پامال کیا گیا۔ انسانی حقوق سے متعلق جتنے تحفظات دیے گئے ہیں شہریوں کو مختلف ریاستوں میں، مملکتوں میں، ان کو بلوچستان میں پامال کیا جا رہا ہے اور اسی طرح بلوچستان کو ایک صوبے کی طرح ہی نہیں لیا جاتا بلکہ بلوچستان پر ایک ایسی جنگ مسلط کردی گئی ہے جیسے یہ جنگ کسی اور ملک کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ جناب والا! ہماری تاریخ میں، بلوچ تاریخ میں جتنی بھی جنگیں ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ نقصانات ہمیں اسلام آباد کی جانب سے بلوچستان پر کیے جانے والے فوجی operations کی بدولت ہوئے ہیں۔ انگریز 13 نومبر 1839ء میں قلات میں داخل ہوا۔ میرات خان کو جو خان آف قلات تھے ان کو شہید کر دیا گیا، اس جنگ میں بھی ہمارے صرف 40 یا 42 افراد ہلاک / شہید ہوئے تھے۔ ہم نے 120 چھوٹی بڑی جنگیں جناب والا! اپنے حقوق کے لیے اور انگریز استعمار کو اپنے مادر وطن سے نکالنے کے لیے لڑیں لیکن ہمارا اتنا جانی نقصان نہیں ہوا۔ 15 اپریل 1948ء کو بلوچستان پر پہلا فوجی operation صرف الحاق کے چند دنوں بعد جناب والا! بلوچستان کے عوام پر مسلط کیا گیا۔ بعد ازاں 1969ء میں بلوچستان میں فوجی operation ہوا اور جناب والا! یاد ہوگا کہ چھ اکتوبر 1958ء میں فوجیں قلات میں داخل ہوئیں اور اسکندر مرزا نے پاکستان میں مارشل لاء نافذ کرنا تھا تو بلوچوں کو قربانی کا بکرا بنا کر وہاں پر سینکڑوں کی تعداد میں بلوچ شہید کر دیے

گئے تا حد یہ کہ جناب والا! مسجدوں کا بھی احترام نہیں کیا گیا اور قلات میڑی میں آج تک توپوں کے نشان اس مسجد پر بنے ہوئے ہیں۔

جناب والا! بلوچوں کے خلاف چوتھا جارحانا military operation 12 فروری 1973ء سے شروع کیا گیا جو پانچ جولائی 1977ء تک جاری رہا۔ جب ضیاء الحق نے اس ملک کو take over کیا اور مارشل لاء نافذ کردیا۔ 12فروری 1973ء سے لے کر 1977ء تک 5500 کے قریب معصوم بلوچ شہید کر دیے گئے۔ یہ ملا ہے جناب والا! صلہ اور بدلہ ہمیں اپنے مادر وطن کو پاکستان کا حصہ بنانے کا۔ کیا قومیں، ریاستیں اس لیے تشکیل دیتی ہیں کہ ان کا قتل عام کیا جائے، ان کو تہہ تیغ کیا جائے، ان کے وسائل لوٹے جائیں۔ ان کے بچوں کے سینوں کو چھلنی کیا جائے۔ ان کی عورتوں کے سروں سے دوپٹے اٹھائے جائیں۔ ان کے معصوم سیاسی کارکنوں کو اور نوجوانوں کو پابندسلاسل کیا جائے۔ خفیہ ادارے کے اہلکار گدھ اور چیلوں کی طرح ان کے گھروں سے ان کو اٹھا کر لے جائیں۔ کیا اس مملکت میں ہماری شمولیت اس لیے کی گئی تھی کہ پاکستان کے خفیہ ادارے، پاکستان کی ملٹری اپنی ساری exercise practically بلوچستان کے عوام پر کرے۔ جناب والا! افسوس کی بات ہے کہ ہم نے یہ تمام نشاندہیاں کیں کہ بلوچستان کے عوام کسی جعلی حکمران کے دھوکے اور فریب میں نہیں آنا چاہتے۔ ہم نے مطالبات کیا کیے تھے؟ ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے وطن سے نکلنے والی گیس کا آئین کے Article 158 کے تحت اختیار ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ وہ وسائل اسلام آباد نے اپنے قبضے میں لئے ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ گیس کمپنیوں میں بجائے کہ آبادی کی بنیاد پر، گیس کی پیداوار کی بنیاد پر لوگوں کو ملازمتیں فراہم کی جائیں تاکہ سندھ اور بلوچستان کے نوجوان خودکشیاں کرنے سے باز آجائیں۔ ہم نے جناب والا یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہمارا حسین و کشادہ ساحل جس کو آپ اپنا strategic water سمجھتے ہیں، پانی سمجھتے ہیں، آپ ساری دنیا سے نیوی کے جہاز خریدتے ہیں، آپ نے پنتالیس ہزار کی نیوی وہاں پر بٹھا رکھی ہے، ہم نے یہ کہا تھا کہ جو گوادر پورٹ بن رہی ہے اس کا اختیار کوئٹہ میں صوبائی حکومت کو دے دیں۔ ہم نے کبھی بھی یہ نہیں کہا تھا کہ اس کا اختیار کسی سردار کو دیا جائے۔ ہم نے کبھی بھی یہ نہیں کہا تھا کہ اس کا اختیار کسی نواب کو دیا جائے جبکہ ہم نے صوبائی حقوق کی بات کی تھی۔ ہم نے جناب والا! یہ کہا تھا کہ سول آرمڈ فورسز، یہ شیخ مجیب الرحمٰن

کی آخری تصویر ہے، آخری تصویر میں اس نے کیا چھ نکات، کیا چھ مطالبات کئے تھے۔ ان چھ نکات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سول آرمڈ فورسز کا اختیار صوبوں کے پاس ہونا چاہیے۔ یہ ایک tool ہے operation کا، لوگوں کو محکوم بنانے کا، صوبوں کے وسائل لوٹنے کا اور یہ ہو رہا ہے۔ کم از کم آپ کا اور میرا صوبہ، سندھ کے اندر سندھ رینجر ہے اور بلوچستان کے اندر فرنٹیئر کور ہے۔ خدا کی قسم! ہندوستان کی غاصب فوجیں کشمیر کے اندر وہ نہیں کر رہیں، جو بلوچستان کے اندر فرنٹیئر کور کر رہی ہے۔ جناب والا! فلسطین میں، یہودی اسرائیلی فورسز فلسطینیوں کے خلاف وہ کارروائیاں نہیں کر رہیں جو فرنٹیئر کور بلوچستان میں کر رہی ہے۔ جب بلوچ کی بات سنی نہیں جاتی، نواب خیر بخش خان مری ان ایوانوں میں تشریف فرما رہے ہیں۔ سردار عطاءاللہ مینگل ان ایوانوں میں تشریف فرما رہے ہیں، غوث بخش بزنجو ان ایوانوں میں تشریف فرما رہے ہیں، نواب اکبر خان بگٹی نے اپنی بات یہاں پر پہنچائی ہے۔ بلوچستان کے کتنے غیور پارلیمنٹیرین ہیں جنہوں نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ حکومت کے جوتے سیدھے کرنے کی بجائے، پالش کرنے کی بجائے، خوشامد کرنے کی بجائے، حق کی بنیاد پر، صداقت کی بنیاد پر، آئین کی بنیاد پر، انٹرنیشنل کنونشن کی بنیاد پر، جن کے آپ signatory ہیں، جس کے تحت یہ ریاست تشکیل پائی ہے، اس کے تحت ہم نے آپ کو بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملا۔ تین سال سے ایک غیر اعلانیہ فوجی آپریشن بلوچستان میں جاری تھا اور آج اعلانیہ آپریشن۔ صدام حسین کو کس چیز کی سزا دی جا رہی ہے کہ 9 مارچ 1983 میں انہوں نے کردوں کے خلاف نیپام بم اور زہریلی گیس پھینکی تھی۔ میں ایمان سے کہتا ہوں کہ آج کوہلو، ڈیرہ بگٹی اور مکران کو جس طرح سے محاصرے میں لیا گیا ہے اور اگر محاصرہ ختم کیا جائے، انٹرنیشنل ٹیمیں بھیجی جائیں، آزاد میڈیا بھیجا جائے تو اس بات کے واضح ثبوت ملیں گے کہ کوہلو اور کاہان میں زہریلی گیسیں پاکستان کے طیاروں کے ذریعے 2005 میں معصوم بلوچ شہریوں پر پھینکی جا رہی ہیں۔ اگر آپ نیپام بم نہیں پھینک رہے ہیں، اگر آپ زہریلی گیس بلوچوں کے خلاف استعمال نہیں کر رہے تو پھر جناب والا! آپ نے تین طرف سے ان علاقوں کو گھیرے میں کیوں رکھا ہوا ہے۔ آئیے پریس میں بیٹھیے، آئیے! مناظرہ کیجئے، آپ کا slavery کا قانون ہے، انٹرنیشنل قانون ہے کہ آپ کسی کو غلام نہیں رکھ سکتے لیکن جناب والا! مریوں کو فرنٹیئر کور کے نوجوان گرفتار کر کے ان

سے غلامی اور بزور طاقت کام لے رہے ہیں جو انسانیت کے، اسلام کے، شہری حقوق کے، آئین کے، انٹرنیشنل کنونشن کے خلاف ہے۔ کیا گناہ کیا ہے، میں تفصیل میں نہیں جاتا کیونکہ وقت کی کمی ہے۔ امان اللہ کانرانی صاحب نے آپ کو ایک فہرست دی ہے۔ اصغر بنگزئی چار سال سے اپنے گھر واپس نہیں لوٹا۔ اس کے معصوم بچے جنوری اور دسمبر کے سرد دنوں میں پریس کلب کوئٹہ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ دہشت گرد نہیں بنیں گے تو کیا وہ ممبر پارلیمنٹ بنیں گے۔ وہ یہاں پر سی ایس پی آفیسر بنیں گے۔ وہ ڈی ایم جی آفیسر بنیں گے۔ بلوچستان میں آج جو مزاحمت نظر آرہی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ایک غیر آئینی صدر آرٹیکل 41 سے لے کر 49 تک ایک electoral college کو مسترد کرتے ہوئے اس سے ہٹ کر اپنے آپ کو صدر بنواتا ہے۔ پھر اس کے بعد صدر کے اختیارات ہیں۔ صدر صوبوں کی مرضی اور خواہشات کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ ایک وفاق کا صدر ہوتا ہے۔ 23 ستمبر 2003 میں بلوچستان اسمبلی نے متفقہ طور پر بلوچستان میں تین چھاؤنیوں کی تعمیر کے خلاف ایک قرارداد منظور کی۔ جناب والا! جنرل مشرف نہیں اگر کوفی عنان بھی بلوچستان اسمبلی کی متفقہ قرارداد کے خلاف کوہلو میں جا کر فوجی چھاؤنی کا افتتاح کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ راکٹوں سے نہیں، اس کا استقبال توپوں سے ہونا چاہیے تھا کہ آپ آئین کو، قانون کو، بلوچستان کے عوام کے احساسات اور خواہشات کی آئینہ دار صوبائی اسمبلی کی قرارداد کے خلاف جا کر کنٹونمنٹ کا افتتاح کرتے ہیں تو آپ پر پھول برسائے جائیں گے۔ پنتالیس کروڑ روپے آپ نے مختص کئے ہیں infrastructure کے لئے، یہی جنرل مشرف گورنر ہاؤس میں جا کر کہتا ہے کہ ہم چار فوجی آپریشنوں کی معافی مانگتے ہیں۔ خدا کو مانو یار، نئے مظالم تو ہمارے لوگوں پر مت ڈھائیں۔

جناب والا! بلوچستان کے اندر ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ کیا ضرورت تھی ان چار فوجی چھاؤنیوں کی، فرنٹیئر کور کی، 42 mini کنٹونمنٹ ہیں۔ بلوچستان کے اندر پانچ ملٹری کنٹونمنٹ ہیں۔ پاکستان کے اندر نیول bases ہیں اور سب کا اعدادوشمار اور ریکارڈ ہم نے دیا ہے۔ جب بلوچستان کے حقوق کی بات ہوتی ہے، روپے پیسے کی بات آتی ہے، پیار اور محبت کی بات ہوتی ہے، نوکریوں کی بات ہوتی ہے، اداروں میں نمائندگی کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ بلوچستان کو آبادی کی بنیاد پر دیں گے۔ جب ایٹمی دھماکے کرنے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بلوچستان کی وسیع

و عریض Strategic location, جب چھاؤنیوں کی بات آتی ہے تو بلوچستان کا وسیع و عریض جغرافیہ اور بے دریغ چھاؤنیاں' جب Frontier Corps کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں بلوچستان میں لوٹ مار ---سارے میجر جنرل' سارے جنرل خدا کی قسم Frontier Corps کے جو 1973 سے deploy ہیں بلوچستان میں' میں نے پچھلی دفعہ بھی مطالبہ کیا تھا' اگر آپ ان کی accountability کریں تو ایک ایک جنرل کے گھر سے بلوچوں کے خون اور پسینے کی خوشبو والا مال اور دولت آپ کو ملے گی۔

آج آپ کے شہروں میں جوگیس جل رہی ہے وہ آپ کے وطن کی پیدا کی ہوئی نہیں ہے۔ آپ بلوچستان کی گیس لوٹ رہے ہیں ۔ ساحل پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ بلوچستان کو پسماندہ رکھا کس نے ہے؟ سردار عطاء اللہ مینگل تو پچھلے بارہ پندرہ سال جلا وطن رہے ہیں۔ سات سال تک وہ قید میں تھے۔ خیر بخش خان مری جلا وطن تھے ' افغانستان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سارے سردار بیچارے' جو چوتھی ملٹری وار تھی جو بلوچستان کے خلاف آپ نے launch کی' aggression کی اس وقت تو سب چلے گئے تھے۔ کیا ہوا؛ بلوچستان کو آپ ترقی دینا ہی نہیں چاہتے تھے۔ بلوچستان کو آپ ایک cantonment government سمجھتے ہیں' ایک garrison province اس کو سمجھتے ہیں۔ وہ آپ کی چھاؤنی ہے جناب والا! وہ آپ کا صوبہ نہیں ہے۔ آپ نے اسلام آباد سے کبھی بھی اس کے لیے مہر اور محبت کے پھول نہیں پھینکے۔ تاریخ مجھے کھول کے بتا دیں۔ آج تک خفیہ ادارے ادھر جو بھی پالیسی بناتے ہیں خدا کی قسم! ان سے بدبو آتی ہے racism کی' fascism کی۔ وہ نفرت کرتے ہیں بلوچستان سے' بلوچستان کے غیور عوام سے۔ اس لیے کہ ان کو ان کی بولی نہیں آتی۔ اس لیے کہ وہ power base کے قریب نہیں رہتے' اس لیے کہ وہ آپ کی corruption میں شریک نہیں ہیں۔

آپ نیشنل بنک کے سربراہ رہے ہیں' حلفیہ مجھے بتائیں محمد علی جناح کی تصویر کے نیچے' کوئی بھی بلوچستان کا غیور سردار کسی بھی بنک کا مقروض ہے۔ سارے پنجاب کے چوہدری 6700 کارخانہ دار یہ کس کے روپے پیسے پر پلتے ہیں؟ یہ اس فیڈریشن کے روپے پیسے پر پلتے ہیں۔ یہ آپ کا Constitution ہے' اس کا Preamble ہے۔ اس کے Preamble کے بعد پاکستان کی territories آتی ہیں' پاکستان کی territories میں کشمیر کا علاقہ شامل نہیں ہے جہاں پر زلزلے

آئے تھے لیکن جناب والا! کشمیر میں ایک زلزلے کے لیے جو آپ کے territory کا حصہ نہیں ہے 5.1 billion dollars کی aid اکٹھی کی، قرضے لئے 3.1 billion، کا قرضہ کون ادا کرے گا؟ وہ پھر غریب بلوچوں کے پسینے سے آپ نکالیں گے۔ وہ Constitutionally آپ کی territory کا حصہ نہیں ہے۔ وہ Frontier ادا کرے گا، پختون خواہ ادا کرے گا، وہ غریب سندھی ادا کریں گے لیکن پھر بھی آپ خاموش ہیں۔ خدا کو مانو! ڈرو اس دن سے جب یہ ساری باتیں ہم سرحد سے باہر لے جائیں گے اور میں آج آپ کو علی الاعلان کہتا ہوں کہ اگر بلوچ کو کمزور سمجھنے والا اکیسویں صدی میں کوئی بھی احساس برتری کا شکار حکمران یہ سمجھتا ہے کہ carpet bombing سے، زہریلی گیس پھینکنے سے، Frontier Corps کی چھاؤنیوں کو وسعت دینے سے، بلوچستان میں فوجی چھاؤنیاں قائم کرنے سے، بلوچوں کو میں محکوم بناؤں گا تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔

Mr. Chairman: You have two minutes left.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب والا! یہ ان کی خوش فہمی ہوگی۔ وہ بنگالی بھی پاکستانی فوج میں نہیں تھے۔ جب قومیں فیصلہ کرتی ہیں ساتھ رہنے کا تو ان کو دنیا کی کوئی طاقت علیحدہ نہیں کر سکتی اور جناب والا! جب قومیں فیصلہ کرتی ہیں علیحدہ ہونے کا۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، بی بی! میں تو منہ بند کروں گا آپ اپنے آپ کو روکیں۔

Mr. Chairman: Let him finish please.

آپ اپنی speech میں بول لیجیے گا۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، اگر بائیس سال سے آپ میری باتوں پر عمل کرتے تو بی بی! آج آپ کے آدھے پاکستان میں فوجی آپریشن نہ ہو رہا ہوتا۔

جناب چیئرمین، ختم کر لینے دیں ورنہ تقریر اور لمبی ہو جائے گی، اس کے بعد بولیے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، گلشن سعید صاحبہ تشریف! رکھیے۔ ان کا ایک منٹ رہتا ہے ختم

جناب چیئرمین، گلشن سعید صاحبہ! تشریف رکھیے۔ ان کا ایک منٹ رہتا ہے ختم کرنے دیں۔

(مداخلت)

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، اس کو میرے ٹائم میں count نہ کیجیے گا۔ آپ بی بی کو ٹائم دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، گلشن سعید صاحبہ! ان کو ختم کر لینے دیں۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ آپ اپنے وقت پر بولیے گا۔ ہم نے agree کیا تھا کہ ممبر کا اتنا ٹائم ہوگا اس پر چلنے دیں۔ آپ اپنی تقریر میں جواب دے دیجیے گا۔ میرے خیال میں آپ بیٹھ جائیں ثنا صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ، میرا ابھی ٹائم رہتا ہے sir.

(مداخلت)

جناب چیئرمین، گلشن سعید صاحبہ! تشریف رکھیے، ان کو speech ختم کرنے دیں، خوامخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب چیئرمین! بی بی نے کہا کہ آپ ملک توڑنے کی باتیں کرتے ہیں، آپ ملک جوڑنے والا کام کریں، ایسی تقریروں سے ملک نے نہیں ٹوٹنا لیکن آپ اگر ملک توڑنے والے اقدامات۔۔۔۔

جناب چیئرمین، آپس میں نوک جھونک چھوڑیں، آپ جو بات ہے، وہ کریں لیکن terms of words کا خیال رکھیں، let us look at the national integration.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! what is the national integration? آدھے ملک پر مشتمل صوبے بلوچستان میں carpet bombing ہو رہی ہے، یہ national integration، یہ بھائی چارہ، یہ اسلام ہے؟ میں آپ کو کون سی کتاب کا ریفرنس دوں؟ میں نے تو کہا کہ میں آج کوئی منت نہیں کروں گا کہ ملٹری آپریشن بند کرو۔ خدا کی قسم۔۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، تقریر ختم کر لینے دیں پھر جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی تو

ہو رہا ہے۔ ان کو ختم کر لینے دیں۔

(مداخلت)

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! میں آج بھی اپنی تقریر میں کوئی التجا نہیں کروں گا، آپ کے بس میں جتنا بھی ہے، کریں۔ بلوچستان کے تین کونوں میں، Central Balochistan, Westren Balochistan میں مند کے علاقے میں رات گئے فائرنگ ہوئی، paramilitary troops کے کافی لوگ مارے گئے، سرکار یہ باتیں چھپانا چاہتی ہے۔ ذرا میڈیا کے سامنے لائیں، کوہلو اور کاہان کا علاقہ لوگوں کے لیے کھول دیں، ثناء بلوچ کی تقریروں میں اگر کوئی زہر ہے تو آپ جو وہاں کے لوگوں پر پھولوں کی بارش کر رہے ہیں، open media کے لیے اس کو کھول دیں، یہ جو دوست اوپر بیٹھے ہوئے ہیں ان سب کو وہاں پر دکھانے کے لیے لے جائیں۔ میں یہاں پر صرف ایک مطالبہ کروں گا کہ آپ اس جنگ کو پورے بلوچستان میں پھیلا دیں، میں بھی ان باغیوں میں سے ایک ہوں جو وفاقی حکومت کی بلوچستان دشمن پالیسیوں کو تسلیم نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین، ایسی بات نہ کریں۔ Let us not talk in provokative manner here.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جو جنرل مشرف کی چھاؤنیوں کے منصوبے کے خلاف ہیں۔ غیر بلوچستانیوں پر مشتمل فرنٹیئر کور کی تعداد 35000 ہے، ایک ارب دس کروڑ روپے سالانہ ان پر اخراجات آتے ہیں، بلوچستان کی کل آبادی 6.5 million یعنی 65 لاکھ ہے اور ان لوگوں کے لیے ترقیاتی بجٹ کیا ہے؟ جس میں تعلیم، صحت، ہمارا infrastructure, roads, بجلی سب کچھ شامل ہے، اس کے لیے 65 کروڑ ہے۔ آپ 35000 لوگوں کے ناز نخرے اس طرح برداشت کرتے ہیں۔ جناب والا! 13 ارب روپے ----

جناب چیئرمین، ایک منٹ رہ گیا ہے۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب والا! میں ایمانداری سے یہ آخری بات بتاؤں کہ نقصان آپ کا ہوگا۔ بلوچ کھجور، خشک روٹی اور اپنے آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے خیموں، کتانوں اور جھگیوں میں گزارہ کر لیں گے۔ آپ کا نقصان ہے۔ 13 fertilizer industries بلوچستان اور

سندھ کی گیس سے چل رہی ہیں، جن کو 12 سے 13 ارب کی سالانہ subsidy دی جاتی ہے۔ یہ fertilizer 43% پنجاب، 14% سندھ، 4% سرحد اور ایک فیصد بلوچستان میں استعمال ہوتی ہے۔ کل کو اگر کھاد کی صنعتیں بند ہوں گی تو آپ کی ہریالی نہیں رہے گی، کل اگر گیس آنی بند ہو گی تو 6700 کارخانے آپ کے متاثر ہوں گے۔ ہمت کیجیے، اس لڑائی کو آگے بڑھایئے، میں آپ کو ایمان سے کہوں گا، بلوچ آپ کے سامنے surrender نہیں کریں گے۔ ہم ہارنے کے لیے تیار ہیں، آپ کے سامنے اپنی آنکھیں نیچی کرنے کے لیے تیار نہیں۔

جناب چیئرمین ، بلوچ صاحب ! تشریف رکھیے ۔ Next speaker Dr. Shehzad Wasim.

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم (وزیر مملکت برائے داخلہ) ، Thank you Mr. Chairman. آج ایک مرتبہ پھر یہاں پر بلوچستان کے issue پر بات ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور ہونی چاہیے۔ ویسے جہاں پر بھی federation کے معاملات ہوتے ہیں وہاں پر تمام ممبران کا، federation کے تمام Units کا حق ہے کہ وہ اپنا نقطہ نظر پیش کریں لیکن جذبات میں آ کر، جذبات کی رو میں بہہ کر حقائق کو جھٹلانا میں سمجھتا ہوں کہ ناانصافی ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم ، یہ پھر جذباتی ہو رہے ہیں۔ جناب! میں ان کو کہہ رہا ہوں یہ کونے میں بیٹھ کر پنالٹی کارنر نہ کھیلیں یہ میدان میں آ کر فیلڈ گول کریں۔ یہ ہمیشہ سے ہی پنالٹی کارنر کھیلتے ہیں۔ جناب! آج بات شروع اس بات پر ہوئی کہ اس وقت بلوچستان کی جو موجودہ صورتحال ہے اس کے تناظر میں بات ہوئی۔ میں کچھ حقائق تمام ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی کیا واقعات ہوئے ہیں۔ بلوچستان سے یہاں پر بیٹھے چند سرداروں کے نمائندے یہ کہتے ہیں کہ وہ مظلوم اور محکوم عوام کی بات کر رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان بلوچیوں کو بھی یہاں موقع دیا جائے جو بلوچستان کے مجبور ، محکوم عوام کے نمائندے ہیں۔ صرف سرداروں کے نمائندوں کو یہاں بولنے کا موقع نہ دیا جائے۔ نہ ہی سرداروں کے نمائندے پورے بلوچستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جب آپ معاشی بدحالی کی بات کرتے ہیں، جب آپ بلوچستان کے عوام

کی حالت کی بات کرتے ہیں تو پھر یہ صدر مشرف کا ہی initiative ہے' یہ جن الفاظ میں بات کرتے رہے ہیں میں ان کو نام لے کر جواب دینا چاہوں گا کہ ان ہی کا initiative ہے کہ پہلی مرتبہ بلوچستان کے عوام کی حالت بدلنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ تھی کہ کوہلو کا علاقہ جو کہ بلوچستان کے پسماندہ ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے' خود ہمارے ایک دوست نے یہاں کھڑے ہو کر کہا کہ وہاں نہ ہسپتال ہے' نہ سکول ہے' نہ کوئی اور زندگی کی سہولت موجود ہے' اس کے لئے وہ وہاں گئے اور ڈیڑھ ارب روپے کے ترقیاتی پیکج کا اعلان کیا۔ مگر ان لوگوں کو جو بلوچستان کے عوام کی ترقی کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ان کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ جس کے نتیجے میں وہاں پر شرپسندوں نے راکٹ لانچرز سے راکٹ فائر کیے۔ سویلین آبادی کو نشانہ بنایا گیا۔ یہ پیغام دیا گیا۔ جس جنگ کی بات کر رہے ہیں' ہاں! بلوچستان میں ایک جنگ ہے اور وہ جنگ جاری رہے گی۔ اور وہ جنگ وہ ہے جو بلوچستان کو ترقی دینے والوں کے اور بلوچستان کو پیچھے دھکیلنے والوں کے درمیان جاری ہے اور یہ جنگ جاری رہے گی۔ ہم بلوچستان کو ترقی کے ثمرات دے کر رہیں گے اور کوئی راکٹ لانچر اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ بندوق کی نوک پر بلوچستان کے عوام کی ترقی کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ وہ بلوچستان کے عوام کو ان کے حق سے محروم کر سکتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔

جناب والا! اس کے بعد law enforcing agencies کو وہاں پر نشانہ بنایا گیا اور جب ان شرپسندوں کے خلاف کارروائی کی گئی تو کہا گیا کہ یہ تو جنگ کا اعلان ہو گیا ہے۔ جو بلوچستان کے عوام کے امن و امان میں خلل ڈالے گا' ان کی زندگیوں کو بارود کے دھوئیں میں تبدیل کرے گا' ان کے خلاف آپریشن ہو گا۔ میں یہاں یہ بات بتانا چاہوں گا کہ بارہا یہاں ایک لفظ استعمال کیا گیا کہ بلوچستان میں ایک فوجی آپریشن ہو رہا ہے۔ میں ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ بلوچستان میں کوئی فوجی آپریشن نہیں ہو رہا ہے۔ میں پھر repeat کروں گا کہ بلوچستان میں کوئی فوجی آپریشن نہیں ہو رہا ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، ثناء صاحب! ابھی آپ نے بات کی ہے۔ ان کی بات کو سن لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم ، Law enforcing agencies ان شرپسندوں کے خلاف آپریشن جاری رکھیں گی اور یہ آپریشن وہ ہے جو کہ targetted ہے جو ان جگہوں پر ہے ------

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم ، آپ جو مرضی ہے کہہ دیں آپ کو تو خواب میں بھی military نظر آتی ہے۔ ان کو تو پیچھے سے کوئی salute مارے تو یہ کہتے ہیں شاید کسی فوجی نے salute مار دیا ہے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: No cross talk please.

Senator Dr. Shehzad Wasim: He is somebody else, thank you sir, I can't help him.

میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں کہ بلوچستان میں کوئی فوجی آپریشن نہیں ہو رہا ہے۔ Law enforcing agencies ان شرپسندوں کے خلاف targetted کارروائیاں کر رہی ہیں تاکہ بلوچستان کے عوام کو ان کے راکٹوں سے ، ان کی کلاشنکوفوں سے محفوظ کیا جاسکے۔

جناب PPL کی بات ہوئی، یہ بھی میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں ، PPL کے gate 5 کے سامنے ایک گھر سے ۵۸ راکٹ، ۶ راکٹ لانچر اور کلاشنکوف کا ammunition ملا۔ مجھے بتائیں ان کو آپ شرپسند نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے؟ کون سا ملک، کون سی حکومت دنیا میں یہ اجازت دے گی کہ آپ راکٹوں اور راکٹ لانچروں کے ساتھ وہاں پر سیاست کریں۔ کون سی حکومت یہ اجازت دے سکتی ہے کہ آپ وہاں کے امن عامہ کو تہہ و بالا کریں۔

یہاں پر یہ بھی کہا گیا اور فیڈریشن کے خلاف بات کی گئی۔ میں دست بستہ اپنے بھائیوں سے یہ عرض کروں گا کہ خدارا! اپنی جاگیروں کے لئے ، اپنی سرداریوں کے لیے پاکستان اور فیڈریشن کو نشانہ مت بنائیں، خدارا! آپ گلا پھاڑ کر تقریر کر کے ایک clap لینے کے لیے پاکستان کی وحدت کا سودا مت کریں اس لئے کہ پاکستان چاروں صوبوں کے عوام کا ہے،

پاکستان ہمیشہ رہنے کے لیے بنا ہے، پاکستان میں درد تمام صوبوں کے لئے ہمیشہ ایک سا ہے اور ہم اگر سلام کرتے ہیں تو بلوچستان کے عوام کو سلام کرتے ہیں اور ان کے لیے آخری حد تک جانے کے لئے تیار ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس اہم موضوع پر خیالات کے اظہار کرنے کا موقع دیا۔ ہم کئی اہم تقاریر اس اہم موضوع پر سن چکے ہیں اور اس وقت جو بلوچستان میں صورتحال ہے بلکہ آپ اجازت دیں کہ میں کہوں کہ جو آگ لگی ہوئی ہے اس کے مختلف پہلو اس حوالے سے سامنے آرہے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کے موجودہ حالات، وہاں کے مسائل، صرف بلوچستان کے مسائل نہیں، یہ پاکستان کے مسائل ہیں، یہ میرے مسائل ہیں، یہ ہم میں سے ہر ایک کے مسائل ہیں اور اس ایوان کا فرض ہے کہ جزوی ترجیحات سے بلند ہو کر پاکستان کے مفاد میں، اسلام کے مفاد میں، انصاف، حقائق اور انسانی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ایک دانشمندانہ اور صحیح پالیسی اختیار کریں۔ یہ بڑا نازک لمحہ ہے، جوش کا اظہار نہ اس طرف سے ہونا چاہیے اور نہ اس طرف سے ہونا چاہیے۔ محض ایک دوسرے کی بات کو کاٹنا اور نیچا دکھانا، میں سمجھتا ہوں-----

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please hear the honourable member.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : جن حضرات کو تقریر نہیں سننی ہے وہ باہر جا سکتے ہیں۔

Mr. Chairman: Please no cross talk, let's hear the honourable member please.

(مداخلت)

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : وہ پاکستان کا حصہ ہے، میں پاکستانی ہوں، میں ضرور

بات کروں گا۔ جن کو سننا مطلوب نہیں ہے وہ باہر جا سکتے ہیں، ہم کسی پر زبردستی نہیں کرتے۔ یہاں بیٹھ کر شور نہ مچائیں۔ اس ایوان کے کچھ آداب ہیں۔

جناب چیئرمین، گلشن سعید صاحبہ! ذرا آہستہ۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! میں آپ سے بڑے ادب سے یہ بات عرض کروں گا کہ ہر پارلیمان کے کچھ آداب ہوتے ہیں اور جو افراد ان آداب کا لحاظ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ کم از کم ایوان میں آپ قواعد کو نافذ فرمائیں اور ان کو اس بات کا موقع دیں کہ وہ اپنی دل کی تمام بھڑاس باہر جا کر نکالیں۔

جناب چیئرمین، انہیں موقع کی ضرورت نہیں ہے، سب کو پارلیمانی طریقے کا پتا ہے اور وہ خود جان سکتے ہیں۔ Let us hear the honourable member.

سینیٹر آغا پری گل، اگر وہ سینیٹر ہیں تو ہم بھی سینیٹر ہیں۔ میرے سامنے پاکستان کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، ان کو سن تو لیں۔

سینیٹر آغا پری گل، اگر وہ سینیٹر ہیں تو ہم بھی سینیٹر ہیں۔

جناب چیئرمین، بالکل ہیں لیکن ان کا جو allotted time ہے---

سینیٹر آغا پری گل، ایک پاکستان کو برا بھلا کہہ رہا ہے اور پروفیسر صاحب سن رہے ہیں اور آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ اس وقت پاکستان کی باتیں سن کر کیوں نہیں کہتے کہ وہ---

جناب چیئرمین، As member ان کا جو right ہے، سن تو لیں۔

سینیٹر آغا پری گل، ان کا یہ حق بھی نہیں ہے، صوبہ بلوچستان پر کیا بولیں گے؟ یہ Frontier کے لئے بولیں، جہاں سے یہ elect ہو کر آئے ہیں۔

جناب چیئرمین، نہیں، نہیں member ہیں، یہ ان کا right ہے، تشریف رکھیں، مہربانی کر کے ان کو سنیں۔ ایوان کے member ہیں، مہربانی کر کے ان کو سنیں۔

سینیٹر آغا پری گل، ہم لوگ بلوچستان کے لئے کافی ہیں، اس کو کہیں، آرام سے رہے۔

جناب چیئرمین، سنیں، سنیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، میں اس زبان میں بات نہیں کرتا جو محترمہ استعمال کر رہی ہیں۔ ان لوگوں نے جہاں بلوچستان کو ---

(مداخلت)

سینیٹر آغا پری گل، میں نے تو آپ کو برا بھلا کہا ہے، آپ پاکستان کو برا بھلا کہتے ہیں اور سارے پاکستانی آپ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، پری گل صاحبہ! تشریف رکھیں، no cross talk, member بول رہے ہیں، ان کو سن لیں، ذرا سن لیں۔ پری گل آغا صاحبہ! تشریف رکھیں، ایک member بول رہے ہیں، ان کو سن لیں۔ ابھی تو انہوں نے شروع کیا ہے، تشریف رکھیے۔

سینیٹر آغا پری گل، اگر ان کو برا بھلا کہو تو ان کو مرچیں لگتی ہیں، پاکستان کو برا بھلا کہیں تو ہمیں برا نہیں لگتا؟

جناب چیئرمین، ابھی تو انہوں نے شروع کیا ہے، ذرا ان کو سنیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین صاحب! میں محترمہ کا جواب نہیں دینا چاہتا۔ جو زبان وہ استعمال کر رہی ہیں، وہ ان کو زیب نہیں دیتی اور میں نے آج تک کبھی اس ایوان میں ایسی زبان استعمال نہیں کی۔ میں پاکستان کی بات کر رہا ہوں اور بلوچستان اسی طرح پاکستان کا حصہ ہے جس طرح باقی تمام حصے ہیں۔ میں جو بات کہنا چاہتا تھا، اس کو انہوں نے ایک نئے رخ پر ڈال دیا ہے۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بلوچستان کے سینیٹرز جو بات کہہ رہے ہیں، وہ ان کا حق ہے لیکن جس طرح وہ اس کو محسوس کر رہے ہیں، اس طرح ہم بھی اس کو محسوس کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: No cross talk, please, member

کو سن تو لیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! میں اس سے زیادہ تقریر نہیں کروں گا۔

Mr. Chairman: Every member has to be heard please.

سینیٹر میاں رضا ربانی، اگر Treasury کی طرف سے یہ رویہ ہے تو پھر House نہیں چلے گا۔ اگر یہ رویہ ہے۔

جناب چیئرمین، I think ایک agreement ہوا ہے۔ رضا صاحب! تشریف رکھیے۔ خورشید صاحب continue کریں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، میں تقریر نہیں کروں گا۔ انہوں نے جو رویہ اختیار کیا ہے، میں احتجاجاً کہتا ہوں کہ میں تقریر نہیں کروں گا۔

سینیٹر امان اللہ کنرانی، جناب چیئرمین صاحب! پروفیسر صاحب ہمارے سینیئر سیاستدان ہیں اور بالخصوص parliamentarian ہیں۔ ہم سب میں سب سے زیادہ senior ترین Senator ہیں۔ ان کی تقریر ہمارے لئے، بلوچستان کے عوام کے لئے ایک بہت بڑا اثاثہ ہے اور ان کی تقریر سے بلوچستان کے عوام کو بڑا حوصلہ ملے گا۔ ہم اگر ان کی تقریر نہیں سنیں گے تو پھر House میں کوئی بھی تقریر نہیں کر سکے گا۔ پروفیسر خورشید صاحب تقریر نہیں کریں گے تو House میں کوئی تقریر نہیں کرے گا، کوئی تقریر نہیں کر سکتا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، آرام سے، ذرا مجھے سن لیں۔

سینیٹر امان اللہ کنرانی، یہ سینیٹ ختم ہونے والا ہے، لوگ اپنی سیٹوں کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، اس طرح خوشامد سے سیٹیں نہیں ملتیں۔ سیٹیں پارٹیاں اپنے merit پر دیتی ہیں۔

جناب چیئرمین، پری گل آغا صاحبہ! آپ ذرا سن لیں۔ بھنڈر صاحب کو سنیں، بھنڈر صاحب ہمارے senior رکن ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب چیئرمین صاحب! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ پروفیسر خورشید بڑے senior parliamentarian ہیں، اگر اس طرح آوازیں کسنی ہیں اور اس طرح House کو چلانا ہے تو پھر یہاں سے جو رویہ آئے گا تو وہاں سے کوئی شخص نہیں بول پائے گا اور آپ کو House کو prorogue کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین، آرام سے، آرام سے۔ میں ایک عرض کروں it is not expected that members of this House have this cross talk, I think, the parliamentary practice is well known to us, member should be speaking خورشید صاحب ! آپ continue کریں، اگر یہ بعد میں بات کرنا چاہتے ہیں تو I can keep it for later, if you want to take your turn later. نہیں، آپ کریں۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، میں بھی پروفیسر صاحب سے استدعا کروں گا کہ اپنی تقریر جاری رکھیں، ہم سننا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین، خورشید صاحب۔ I say, don't interrupt the member ایک honourable member بول رہے ہیں، members abide by the rules and hear him. کلثوم پروین صاحبہ! تشریف رکھیں۔

(اس موقع پر desk thumping کی گئی)

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین شکریہ۔ میں سب سے پہلی بات یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا کے لئے صوبائیت کی سطح سے بلند ہو جائیے اور میں اللہ کو گواہ کر کے یہ بات کہتا ہوں کہ ہمارے بلوچستان میں بہت سے لوگ جس کرب سے گزر رہے ہیں اور جس کا مشاہدہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے کیا ہے، وہ صرف ان کا مسئلہ نہیں ہے، وہ میرا مسئلہ ہے، وہ آپ کا مسئلہ ہے، ہم سب کا مسئلہ ہے۔ حکومت میں جو لوگ ہیں، ان کی بھی ذمہ داری ہے، اگر وہ اس سے غفلت برتتے ہیں، روگردانی کرتے ہیں تو وہ پاکستان کے ساتھ زیادتی کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ پاکستانیت، اسلام اور انسانیت، ان تینوں کی بنیاد پر ہمارا فرض ہے کہ ہم اس آگ کو بجھائیں اور جو حقیقی مسائل ہیں، ان کی طرف توجہ دیں اور کوئی افہام وتفہیم کا راستہ نکالیں،

ایک دوسرے کو اعتماد میں لینے اور انصاف کی بنیاد پر مظلوم کو اس کا حق دینے کے لئے کام کریں۔ آج تک قوت سے ایسے کوئی معاملات طے نہیں ہوئے ہیں، نہ ماضی میں ہوئے ہیں اور نہ ہی آج ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کبھی مستقبل میں ہوں گے۔ اس لیے یہ وقت ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں۔ میں آپ سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے بہت جذبے کے ساتھ بلوچستان کمیٹی میں شرکت کی۔ اپنی صحت کی خرابی کے باوجود ہر جگہ گیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جتنے افراد نے کمیٹی میں بلوچستان سے متعلق اپنے معاملات کو پیش کیا، انہوں نے سنجیدگی سے، حقائق کے ساتھ، افہام و تفہیم کے لیے کوئی راستہ نکالنے کی کوشش کی لیکن حکومت کا رویہ اس معاملے میں منفی رہا ہے۔ اس کمیٹی نے اپنی کارروائی مکمل کر لی اور مکمل کرنے کے بعد بھی پانچ مہینے کے بعد یہ رپورٹ یہاں آئی۔ اس کے بعد ہمیں ضمانت دی گئی کہ ہم نے اس کے لئے ایک implementation نظام بنایا ہے اور مشاہد صاحب گواہی دیں گے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ ہم اس کو monitor کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ ہر مہینے میں ہمیں بتایا جائے کہ اس میں سے کیا کچھ حاصل کیا گیا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس میں سے کون سی چیزیں implement ہوئی ہیں۔ دوسری کمیٹی جس نے دستوری معاملات کو لینا تھا، وہ آج تک صحیح معنوں میں اپنے کام کو شروع بھی نہیں کر سکی۔ اگر ہمارا یہ رویہ ہے اور پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم سنجیدہ ہیں اور ہم معاملات کو حل کرنا چاہتے ہیں تو یہ درست نہیں ہے۔ Mega projects کی بات ہوتی ہے، mega projects پر بلوچستان کا اسی طرح حق ہے جس طرح پاکستان کے دیگر تمام صوبوں کا ہے۔ کوئی ان پر احسان نہیں ہے لیکن جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ mega projects کو استعمال کیا جا رہا ہے کچھ خاص مقاصد حاصل کرنے کے لئے اور جناب والا! میں یہاں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں بہرحال بین الاقوامی حالات کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں اور جب تجزیہ کرتا ہوں اس پورے political scenario کا، جس Geo political scenario سے ہم گزر رہے ہیں تو میں اس میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ اگر بلوچستان میں جو روش اختیار کی گئی ہے، یہ جاری رہتی ہے تو اس میں انڈیا اور امریکہ دونوں اپنا اپنا کھیل، کھیل رہے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ بلوچستان میں ترقی ہو، وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ چینیوں کے تعاون سے گوادر کی development ہو، وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ وہاں ایسے حالات پیدا ہوں جس سے بلوچستان،

پاکستان سے زیادہ سے زیادہ integrate ہو۔ ان کے اس علاقے کے بارے میں خاص designs ہیں اور ہم ان کے مقاصد پورے ہونے میں ان کا آلۂ کار بنیں گے جن کی نگاہ اس پر ہے۔ افغانستان میں بھارت کے جو consulate قائم ہوئے ہیں' information centres قائم ہوئے ہیں' یہ ان علاقوں میں قائم ہوئے ہیں جہاں انڈیا کے کوئی دوسرے مفادات نہیں ہیں لیکن وہ وہاں سے پاکستان میں اور خصوصیت سے سرحد اور بلوچستان میں ایک کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں حقائق ہیں۔ خدا کے لئے ان کو دیکھیے اور بلوچستان کے عوام نے جو قربانیاں دی ہیں اور جہاں تک ان کی محبت کا تعلق ہے' آپ اس کو سینے سے لگائیے۔ انہیں ایک میز پر بٹھائیے۔ ان کی بات کو سنیے۔ اگر کوئی ان کا مطالبہ ناجائز ہے یا غلط ہے تو اس کا دلیل کے ساتھ جواب دیجیے لیکن اگر آپ انہیں گولی سے جواب دیں گے تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پھر گولی کا جواب گولی سے ہی آئے گا جو کسی کے لیے خیر کی بات نہیں ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے گولی کا استعمال کیا ہے اور sabotage کے واقعات ہوئے ہیں' ہم نے اس کی مذمت کی ہے۔ ہم نے کبھی بھی ان کی تائید نہیں کی لیکن اس کے ساتھ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب تک آپ اسباب کو درست نہیں کریں گے اس وقت تک حالات کو سنبھال نہیں سکیں گے۔ اگر آپ طاقت کی بنیاد پر آج اقتدار میں ہیں تو کل آپ اقتدار میں نہیں ہوں گے لیکن یہ ملک ہوگا اور ہمیں مل کر اس کو سنوارنا ہے۔ اس لیے میں پرزور انداز میں یہ بات کہوں گا کہ بلوچستان کے معاملات میں party politics سے بلند ہوکر سب لوگوں کو ساتھ لے کر چلیے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ افراد جو اس وقت agitative صورت حال میں ہیں۔ میں نواب اکبر بگٹی کے ساتھ جیل میں رہا ہوں اور ہم نے جس طریقے سے معاملات کو دیکھا ہے' سوچا ہے' بات چیت کی ہے' میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ ان کے دلوں میں پاکستان کی محبت ہے۔ وہ پاکستان میں عزت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم سب کھلے دل کے ساتھ ایک دوسرے کا احترام کریں۔ اگر آپ نے یہ راستہ اختیار نہ کیا تو مجھے ڈر ہے۔ عطاء اللہ مینگل صاحب تقریباً ۹ مہینے میرے ساتھ جیل میں رہے ہیں۔ صرف ایک دیوار ہمارے درمیان حائل تھی اور کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو contact نہ کرتے ہوں۔ اس لئے میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے اسے سیاست کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ معاملات کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ جناب والا! میری

تجویز یہ ہے کہ اب بھی حالات قابو میں آ سکتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب گولی، طاقت اور دھونس کی بات کو آپ چھوڑیں گے۔ یہ بات کہ ہم طاقتور ہیں اور ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ جس وقت تک آپ یہ ذہن نہیں بدلیں گے اس وقت تک حالات نہیں بدل سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فوج کا کردار سیاست میں نہ ہو۔ یہ ہمارے مسائل کو بگاڑنے کا مؤثر ذریعہ بنا ہے۔ آئیے! اس معاملے میں ایک national consensus develop کریں کہ فوج کو صرف دفاع کے لئے محدود ہونا چاہیے۔ دفاع کے لیے جو اس کی حقیقی ضروریات ہیں وہ پوری کرنا قوم کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر فوج یہ سمجھتی ہے کہ ملک کی سیاست کو چلانا بھی اس کا کام ہے تو یہ فوج کے professional character کو اور اس کے دفاعی کردار کو بھی مجروح کرے گی اور اس کے ذریعے پاکستان میں کبھی بھی سیاسی مسائل، معاشی مسائل اور تہذیبی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ بگاڑ بڑھتا چلا جائے گا۔ بگاڑ کی بجائے ایک ہی راستہ ہے کہ دستوری institutions کو آپ مستحکم کریں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم دستوری ضمانت بھی دے دیں گے۔ لیکن آپ کی اس بات کو کون مانے گا؟ جبکہ آپ کے اقتدار کی بنیاد دستور کو توڑنا ہے۔ جبکہ ایک نہیں ۱۰ سے زیادہ دفعات دستور کی ایسی ہیں کہ جنہیں مسلسل آپ توڑ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی بات، آپ کی ضمانت اور آپ کے قول پر کون اعتبار کر سکتا ہے۔ اس لیے خدا کے لئے ہوش کے ناخن لیجیے اور اس بات کی کوشش کیجیے کہ institutions کو فیصلہ کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ دستور نے جو framework ہمیں دیا ہے، وہ ہے پارلیمانی فیڈرل اسلامی جمہوریت۔ یہ تین بنیادیں ہیں دستور کی۔ ان تین بنیادوں پر اگر ہم سب مل کر کام کریں تو پھر پاکستان ترقی کرے گا۔ اگر آپ نے طاقت استعمال کی تو اس کا نقصان پوری قوم کو پہنچے گا محض بلوچستان کو نہیں۔ تو میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کا مفاد اس میں ہے کہ ہم بلوچستان کے معاملات کو علاقائی اور جزوی انداز سے نہ دیکھیں بلکہ دستور کے تحت پاکستانیت کے اعتبار سے کھلے دل کے ساتھ سیاسی process کے ذریعے معاملات کو حل کریں۔ یہی واحد راستہ ہے اس crisis سے نکلنے کا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جاوید اشرف قاضی۔

Senator Lt. Gen. (Retd.) Javed Ashraf: This is such a sensitive issue that I think we all need to talk about it in a very cool manner and try to resolve the problems rather than inflame the sentiments. I would therefore, request those across the aisle also that if they talk about it in a calm manner, we can all resolve all these issues and that is the aim of the debate. I would like to clarify if you think sir, first of all the military operation as was clarified means use of the army. When the army is not being used, it is an operation but it is not a military operation. So, we should not call it a military operation, if the F.C is being used, it is a law and order problem because the F.C. comes under the Ministry of Interior and the provincial Governor and not the Armed Forces. Second thing is sir, that no country in the world would allow its Head of the State to be attacked by people and then not take action. And I very much resent the remarks that if on the President this time rockets were fired and guns should have been used against them. I think these were very uncalled for remarks and we should not be saying this when it comes to the Head of the State. He is symbol of the state himself. I think these are certainly not something that is even .... because it smacks of encouraging certain things which I would not like to assign to the honourable Senator who said that.

Now sir, as far as Balochistan is concerned, it is very dear to all of us. We don't want any kind of operation over there. This Government has done more for progress of Balochi people and Balochistan than any

government in the past because maximum resources have been allocated. The benefits will go to the poor people. Now sir, some people as in the past certainly do not like development to take place. But that aside that is the history. What was the problem in 1973? The Military Government was not in power, sir. It was very much a political government when the operation was taken, it was taken against Sardars at that time. Same Sardars are active again. The only difference is that this time the government of that political party is not in power but barring that the scenario has not been changed because no government, no matter, whichever party's government is in power, they would not allow an insurgency to take place in any part of the country or weapons to be accumulated in any part of the country. So, if action is taken against those who used weapons which they are not supposed to use, who accumulate weapons which they are not supposed to accumulate then it is not action against a unit of the Federation, it is only action against some miscreants, some insurgents, some people who are disturbing law and order and it should be seen in that context.

I would also like to clarify a few things that Balochistan owes its provincial status also to formation of Pakistan. It was not a province until Pakistan came into being. It is not a favour to people of Balochistan. They deserve to be a province but to say that Federation is against the Province of Balochistan would be incorrect because the Federation was the one which form the Province of Balochistan. I would also like to state that a lot of time we have been talking about Gwadar and so on. Sir, let me

take you back and little in the history, Gwadar was not a part of Balochistan. It was a territory of Saltanat of Mascat and Oman. Federation purchased it and gave it to Balochistan, that is where it should have gone. However it was purchased by the Federation. They could have also declared it a Federal Territory. I would also like to clarify that when we claim that the income from the port of Gwadar not just the income that the control of the Port of Gwadar should be given to provincial government. Sir, ports are a federal subject that is why Karachi Port, Port Qasim and Gwadar Ports are run by the Federation. Gwadar is no exception. It is getting exactly the same thing as the Port of Karachi and Port Qasim. I would also like to state that in case gas comes out from Balochistan or Sindh and it is used all over the country, well we are one Federation. We are one country that how it should be because we all are to develop together but let me also clarify sir, that people who used gas in their factories pay for it. It is not given free of cost and when this payment goes, everybody gets the share out of it, whether it is gas companies, whether it is royalty to the province and so on. Balochistan after all needs income to develop and from where do they get that income? They get it from the gas They get it from other production from their minerals and so on and that is the way it is for all the provinces. Sir, to say that Balochistan is being looted or Balochistan is being discriminated and so on. Unless we know that we are deliberately distorting the facts and yet saying it that is not the truth. Truth is everybody who produces something somewhere is paid for it by others who use it and that is the formula all over and the

income is shared by the provinces.

Now sir, all over the world let me also point out that anything which is below the surface of the earth belongs to the Federation. That is the formula in India, that is the formula in other parts of the world. People get royalty for it. Yes. However they do not get the ownership on it. That is an accepted formula which everybody knows. So, I would like to just end by saying that there is no discrimination against Balochistan, that if people did not start firing rockets whether it is the IG, FC or it is the President there would have been no action. Action is being taken against only those who have used the rockets. It is not against the people of Balochistan, if the actions against people of Balochistan were to be counted then, let us also count the actions which were taken against culprits. Who took those actions? Let us also count the actions which were taken against Bijrani. Who took those actions? These were not the military or the federation, these were the Sardars of Balochistan, who did it to suppress those who had revolted against their oppressive methods. So my request at the end is only that let us analyse it objectively, let us look at the problem and try to solve and not inflame the sentiments and not just represent those who are the actual oppressors. Thank you sir.

Mr. Chairman: Mr. Kamran Murtaza.

سینیٹر کامران مرتضیٰ، جناب چیئرمین! اگر اس ایوان میں کسی ایک مسئلے پر سب سے زیادہ بحث ہوئی ہے تو وہ بلوچستان کا مسئلہ ہے، اس کے ساتھ ہی مجھے افسوس کے ساتھ یہ

بھی کہنا پڑتا ہے کہ اس بحث کے نتیجے میں آج ہم 2005 میں پھر دو مرتبہ army action کا شکار ہیں۔ پہلا army action اس سال مارچ میں ڈیرہ بگٹی اور سوئی میں شروع کیا گیا اور دوسرا action کوہلو کے علاقے میں جنرل صاحب کے دورے کو بہانہ بنا کر کہ ان پر راکٹ پھینکے گئے ہیں یا فائرنگ ہوئی ہے، شروع کر دیا گیا۔

جناب چیئرمین! بلوچستان میں army actions کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ پہلا army action 1948 میں ہوا جب پاکستان بنے صرف ایک سال ہوا تھا، اس وقت اس صوبے پر کیا گیا۔ پاکستان کے چار صوبوں میں سے کسی بھی صوبے میں اگر سب سے زیادہ actions کیے گئے ہیں تو وہ بدقسمت صوبہ بلوچستان ہے ۔ 1948, 1958, 1952, 1973 to 1977 اور اس کے بعد 2005 کا یہ army action ہے۔ کبھی کسی بہانے سے action لیا گیا، کبھی کسی بہانے سے action کیا گیا۔ اس سال 17th March کا ایکشن ڈیرہ بگٹی میں سوئی میں ایک چھوٹے سے واقعہ کو بہانہ بنا کر وہاں فوجیں داخل کر دی گئیں، آج پھر ایک معمولی سے واقعہ کو بہانہ بنا کر وہاں پر regular army داخل کی گئی ہے۔ جناب اشرف قاضی صاحب نے کہا ہے کہ یہ آرمی ایکشن نہیں ہے، آرمی ایکشن اس وقت ہوتا ہے جب آرمی اس میں direct involve ہو۔ جناب اشرف قاضی صاحب ڈیرہ بگٹی یا کوہلو کے علاقے میں اگر چلنا چاہتے ہیں تو وہ چل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ وہاں اس ایکشن میں آرمی بذات خود involve ہے نہ کہ صرف ایف سی involve ہے۔ جناب والا! یہ ایکشن نہ صرف 2005 میں شروع ہوا ہے بلکہ یہ گزشتہ تین سال سے جاری ہے۔ گزشتہ تین سال سے آج تک تقریباً تین، چار سو لوگ صوبے کے ایسے ہیں جن کا اتا پتا نہ ان کی ماؤں کو ہے نہ ان کی بہنوں کو ہے نہ ان کے باقی اہل و عیال کو ہے۔ ہمیں پتا نہیں چلتا۔ ہم نے جناب چیئرمین! آپ کے سامنے پہلے بھی point out کیا تھا کہ ہمیں پتا نہیں چلتا کہ کسی دن مشکوک انداز میں کوئی بھی شہری جو بلوچستان سے تعلق رکھتا ہے، جو بلوچی زبان بول رہا ہوتا ہے اس کو کسی نہ کسی دن ایجنسیاں اٹھا کر لے جاتی ہیں اس کے بعد ہم petitions file کرتے رہ جاتے ہیں اور اس کا کوئی اتا پتا نہیں چلتا۔ اس کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا ہے۔ میں خود بلوچی زبان نہیں بولتا، میں وہاں settle ہوں مگر میں اس ایوان اور جناب کے توسط سے اس ایوان میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ یہاں آپ وہی حالات پیدا

کر رہے ہیں جو آپ نے مشرقی پاکستان میں پیدا کیے تھے۔ Same وہی حالات پیدا کر رہے ہیں جو 1971 سے پہلے 1968, 1969 میں مشرقی پاکستان میں پیدا کیے جا رہے تھے۔ جو سلوک اس وقت آپ بنگالیوں سے کر رہے تھے وہی سلوک آج بلوچستان میں رہنے والے لوگوں کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ آج میری ایک بہن نے اس طرف سے کہا کہ جس نے نہیں رہنا' وہ نہ رہے۔ وہ ایک صوبے کے نمائندے کے طور پر تقریر کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بلوچستان میں نہیں رہنا تو وہ وہاں سے چلا جائے۔

(Interruption)

جناب چیئرمین ، ابھی interrupt نہ کریں بعد میں point of personal explanation پر بول لیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، تو ثناء اللہ صاحب کو جو کچھ کہا گیا وہ ایک صوبے کے ایک نمائندے کو ایک پارٹی کے ایک نمائندے کو یہ کہا گیا کہ آپ نے اس ملک میں نہیں رہنا تو نہ رہیے۔ اس کا مطلب ہم یہ لیتے ہیں کہ آپ نے ایک صوبے کو کہا کہ آپ نے ہمارے ساتھ نہیں رہنا تو نہ رہیے .shame یہی کہا اور ہم نے اس بات کو یہی سمجھا۔ آج آپ اپنے ملک کے 40% حصے کو کہہ رہے ہیں کہ آپ نے نہیں رہنا تو نہ رہیے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین ، دیکھیے' آپ ان کو بول لینے دیجیے اور بعد میں personal explanation پر بات کر لینا۔

سینیٹر گلشن سعید، یہ ملک توڑ رہے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، ملک کوئی نہیں توڑ رہا' ملک کس نے توڑا ہے؛ ملک تو آپ نے توڑا ہے۔

جناب چیئرمین، گلشن سعید ! interrupt نہ کریں' بول لینے دیں۔ بعد میں آپ بولیں۔

(مداخلت)

سینیٹر کامران مرتضٰی، ہم تو ملک کو قائم رکھنا چاہتے ہیں، ہم تو اس federation کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ مثناء ہم سے زیادہ اسے قائم رکھنا چاہتا ہے۔ ملک کو پہلے بھی آپ لوگوں نے توڑا ہے۔ اب بھی آپ خود توڑ رہے ہیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، گلشن صاحبہ! ایک سپیکر بول رہا ہے اس کو بول لینے دیں۔ آپ بعد میں اپنی باری پر بولیں۔ اگر اس پر ہر ایک اٹھ کر بولے گا تو ہاؤس کیسے چلے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر گلشن سعید، آپ ہمیں تو بولنے کا موقع دیتے ہیں نہیں۔

جناب چیئرمین، آپ کی جب list آئے گی تو اسی میں سے آپ کو موقع دوں گا۔

سینیٹر گلشن سعید، یہ پنجاب کو گالیاں دیتا ہے۔

جناب چیئرمین، آپ خواہ مخواہ بات کو بڑھا رہی ہیں۔ آپ بیٹھیں۔ جب آپ کا موقع آئے گا پھر آپ بولیں۔ میں نے آپ کو بولنے سے کب روکا ہے کہ آپ مجھ پر الزام لگا رہی ہیں۔ جس حساب سے میرے پاس نام ہیں میں اسی حساب سے جا رہا ہوں۔ اپنی پارٹی سے بات کریں، نام دلوائیں پھر میں آپ کو بلاؤں گا۔ آپ نے personal explanation پر point دینا ہے، آپ بے شک اس کے بعد دے دیں لیکن مہربانی کر کے interrupt نہ کریں۔ آپ continue کریں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، جناب! اس وقت میرے صوبے میں یہ پانچواں یا چھٹا operation جاری ہے جس کو ہم آرمی action کہتے ہیں۔ اشرف قاضی صاحب نے کہا کہ آرمی action نہیں ہے۔ اس میں law and order situation ہے اور اس میں صرف FC involve ہے۔ چلو! اس حد تک تو انہوں نے تسلیم کیا کہ ------

(مداخلت)

جناب چیئرمین، آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ Please interrupt نہ کریں، آپ نے personal explanation پر point دینا ہے۔ ان کی تقریر کے بعد دے دیں، جب آپ کی باری

آئے گی، آپ جواب دے دیں۔ ایسے مہربانی کر کے interruption نہ کریں، ورنہ کیسے House چلے گا؟ ہر کوئی بولنے لگ جائے تو پھر ہاؤس کیسے چلے گا؟ اگر انہوں نے کوئی ذاتی بات کی ہے، تو وہ کر سکتے ہیں۔ جب آپ کی پارٹی مجھے آپ کا نام دے گی، آپ کا نام بلا لوں گا لیکن آپ interrupt نہ کریں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، جناب! ان چھ operations میں سے دو operations اس وقت ہوئے جب ہم شعور کی حد میں آ چکے تھے، شعور attain کر چکے تھے۔ باقی ماندہ جو تین operations تھے، 48 والا، 58 والا، 62 والا ان کا فیصلہ شاید کوئی مؤرخ کرے گا، پتا نہیں کب کرے گا، جب تک اس طرح کی آرمی نظیر نہ ہو گی یا کسی کو آرمی کے خلاف لکھنے کی یا بولنے کی اجازت ہو گی تو اس وقت ان تین پرانے Army actions کا، پرانے فوجی operations کا فیصلہ ہو گا، at least دو operations کو جو 73 سے شروع ہو کر 77 تک گیا اور جو اب operation شروع ہے غیر اعلانیہ طور پر گزشتہ تین سال سے اور اعلانیہ اور بظاہر 2005 میں تو ان دو operations کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اپنے محسوسات کے ساتھ اس کو محسوس کر رہے ہیں۔ ان دو operations کے ذریعے آپ نے اس ایک علاقے میں، ایک مخصوص زبان بولنے والوں کو اپنے سے دور کرنے کا ایک عمل شروع کیا ہوا ہے۔ شاید یہ بات آج پنجاب میں کسی دوست کو، کسی ساتھی کو سمجھ نہیں آ رہی، ہم میں سے کوئی پنجاب کے خلاف نہیں ہے، یہ اس کو غلط interpret کرتے ہیں، غلط سمجھتے ہیں کہ ہم خدانخواستہ پنجاب کو گالی دے رہے، میں خود پنجابی زبان بولتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی نہ پنجاب کو گالی دیتا ہے، نہ ہم میں سے کسی کو بھی پنجاب سے نفرت ہے۔ ہم صرف یہ احساس دلا رہے ہیں، ہم آپ کو یہ احساس دلا رہے ہیں اور ہم اپنے اس طرف بیٹھے دوستوں کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے، پہلے بھی، مشرقی پاکستان اگر چلا گیا تو اس میں نام سب سے زیادہ آپ کا استعمال ہوا، الزام سب سے زیادہ آپ پر لگا، اگر آپ اس کو محسوس کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اب پھر ملک کا ایک بڑا حصہ، 43% حصہ آپ سے جانے کو ہے اور یہ میں بالکل ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ حرکتیں ہو رہی ہیں، خدانخواستہ، اللہ میری بات پوری نہ کرے مگر یہ جو کچھ حرکتیں ہو رہی ہیں، آپ اس وقت

ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں' اس طرح سے لوگوں میں نفرت کے بیج بو رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں' ہم ایک مخصوص پیشے سے تعلق رکھتے ہوئے جانتے ہیں کہ جب کسی نوجوان کو اٹھا کر لے جایا جاتا ہے' جب اس کی ماں' بہنیں' بھائی' باپ یا بچے ہمارے پاس آتے ہیں اور وہ جن احساسات کا شکار ہوتے ہیں اور ultimately ان کے جو احساسات ہیں وہ ملک کے خلاف اس طرح سے ہو جاتے ہیں' اس درد کو ہم خود feel کرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی میری بہن اس ملک کو نہ توڑنا چاہتا ہے' نہ اس ملک کے کوئی خلاف ہے۔ مگر آپ جو کچھ کر رہے ہیں' جو کچھ فوج کے ذریعے کیا جا رہا ہے' جو کچھ اس صوبے میں establishment کر رہی ہے' وہ آپ لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنے ملک سے دور لے جا رہے ہیں۔ اسلام' ایسی بات نہیں ہے' میں خود ایک مذہبی پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں مگر اسلام کے نام پر آپ نہ پہلے ملک کو متحد رکھ سکے تھے' نہ اب متحد رکھ سکیں گے۔ اس ملک میں اگر آپ نے اکٹھے رہنا ہے' اس ملک میں اگر اکٹھے رہنا ہے تو ایک سماجی انصاف ہونا ہوگا' اگر یہ سماجی انصاف نہیں ہوگا تو کسی صورت میں بھی یہ نہیں ہو سکے گا اور پہلے ایک صوبہ آپ سے جائے گا' پھر دوسرا جائے گا' پھر تیسرا جائے گا اور آپ تنہا رہ جائیں گے۔ ہم آپ کو اس floor پر پھر خبردار کر رہے ہیں کہ یہ آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جس سے آہستہ آہستہ فائدہ اٹھائیے اور اس مرغی کو حلال نہ کیجیے' اس کے انڈے کھائیے۔ آہستہ آہستہ کرکے اس کے انڈے لیجیے' اگر آپ نے مرغی کو حلال کر دیا تو پھر آپ کو یہ انڈے نہیں ملیں گے۔ یہاں سے فائدے حاصل نہیں ہوں گے۔ لہذا میں اپنی بہن سے معذرت کرتا ہوں کہ اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ مگر یہ ہم کو اپنے سے دور نہ بھگائیں اور یہ نہ کہیں کہ جس نے جانا ہے چلا جائے۔ ہم اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جس صوبے نے' کیونکہ ہم صوبوں کو represent کر رہے ہیں' جس صوبے نے اس ملک سے جانا ہے وہ چلا جائے تو خدانخواستہ ہم ایسی بات ہرگز نہیں چاہتے۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، جناب محمد سرور خان کاکڑ۔

سینیٹر گلشن سعید، جناب والا! on point of personal explanation.

جناب چیئرمین، نہیں ایک منٹ۔ Point of personal explanation کو اس حد

تک رکھیے۔ اگر آپ نے تقریر کرنی ہے تو جب آپ کا نام آئے گا تب کیجیے گا۔

سینیٹر گلشن سعید، جناب چیئرمین! میں نے آج تک کبھی کسی کو interrupt نہیں کیا سوائے ثناء کے وہ بھی اس وقت جب یہ ملک توڑنے کی بات کرتے ہیں ------

جناب چیئرمین، ابھی کامران کو interrupt کیا تھا آپ نے۔

سینیٹر گلشن سعید، وہ اس لیے کہ انہوں نے shame کا لفظ کیوں میرے لیے استعمال کیا؛ کس نے کہا ہے shame, shame, shame, میں نے آج تک اس ایوان میں نہ کسی کے لیے برا لفظ استعمال کیا ہے، نہ میں نے کوئی ایسی بات کی ہے کہ مجھے شرم آئے۔ شرم ان کو آنی چاہیے جو اس ملک میں رہتے ہیں اور ملک توڑنے کی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے ثناء کو ملک چھوڑ کر جانے کے لیے کہا ہے۔ میں نے بلوچستان کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اور نہ کروں گی کبھی۔ مجھے غصہ اس بات پر آیا جب کسی نے کہا shame, shame, shame, کس بات پر .shame شرمناک ان کے لیے ہے جو اس ملک میں رہتے ہیں، کھاتے ہیں، جس نے ان کو protection دی ہوئی ہے، اس کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ آپ ظلم کی بات کریں، اگر کوئی زیادتی ہوئی ہے تو اس کی بات کریں۔ ہاں صدر پر آپ راکٹ ماریں، ان کو گولیاں ماریں، وزیروں کو ماریں، وہاں کے رہنے والوں کو ماریں، وہ بڑی اچھی بات ہے، اس پر کوئی احتجاج نہ کرے۔ ہم نے تو کوئی تقریر نہیں کی اس کے لیے۔ صدر پر حملے ہوئے، دس مرتبہ ہوئے وہاں پر۔ وہ کوہلو کی قسمت بدلنے گئے اور ان پر حملے ہوئے اور کسی نے نہیں کہا کہ برا ہوا۔ اس کے علاوہ وہاں عام لوگوں پر اتنی زیادتیاں ہوتی ہیں اور وہاں کے سردار کرتے ہیں، اس پر آج تک انہوں نے کبھی احتجاج نہیں کیا۔ میں نے کبھی کسی کو interrupt نہیں کیا-----

جناب چیئرمین، ایسا کریں، اگر آپ اپنی تقریر اسی وقت کرنا چاہتی ہیں تو میں کاکڑ صاحب سے درخواست کروں گا کہ آپ کو کرنے دیں۔

سینیٹر گلشن سعید، جناب والا! بات یہ ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ مجھے شرمناک کہا جائے۔ میں نے کوئی بات غلط نہیں کی۔ اس میں شرمناک والی کیا بات تھی؟ میں نے ثناء سے یہی کہا کہ بھائی یہ ملک اگر پسند نہیں تو یہ ملک چھوڑ جاؤ، یہ مت کرو کہ پاکستان کے

ٹکڑے ہوں۔ یہ بات کی ہے میں نے۔ میں یہی بات کرنا چاہ رہی تھی۔ جب بھی کبھی انہوں نے پاکستان توڑنے کی بات کی ہے تو میں نے ان کو ٹوکا ہے۔ یہ ان کو بھی پتا ہے اور مجھے بھی پتا ہے۔ رضا ربانی صاحب بات کریں' پروفیسر صاحب ہمارے بزرگ ہیں وہ بات کریں' کوئی بھی بات کرے میں نے کبھی کسی کی تقریر میں دخل نہیں دیا۔ یہ میرا ریکارڈ ہے آپ نکال کر دیکھ لیں۔ جب بھی کبھی کوئی غلط بات پاکستان کے بارے میں یا اس ملک کے بارے میں کرے تب میں نے جواب دیا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جناب سرور خان کاکڑ۔

سینیٹر محمد سرور خان کاکڑ: شکریہ جناب چیئرمین۔ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گزشتہ دنوں ہمارے صدر مملکت جناب جنرل پرویز مشرف صاحب بلوچستان کے دورے پر آئے تھے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، نہیں ریکارڈ کو درست کیا جائے۔

سینیٹر محمد سرور خان کاکڑ: صدر محترم جب بلوچستان کے دورے پر آئے تھے تو کوہلو میں جو بلوچستان میں بہت دور دراز علاقہ ہے' پچھلے پچیس سال میں کسی بھی صدر نے اس علاقے کا دورہ نہیں کیا تھا' وہ وہاں پر گئے اور ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صدر مملکت کے دورے کے دوران جو راکٹ داغے گئے' اس پر تمام بلوچستان کو بڑا افسوس ہوا ہے۔ بلوچستان کے لوگ اس قسم کی کارروائیوں میں شامل نہیں ہیں۔ یہ افسوسناک بات ہے۔ صدر مملکت بڑے بہادر اور جرأت مند شخصیت ہیں۔ بہادر آدمی ہیں کہ جب انہوں نے وہاں پر شیلنگ سنی تو وہ اپنی گاڑی سے اتر کر پیدل پنڈال میں گئے اور وہاں پر اپنے پروگرام کے مطابق انہوں نے اپنا پروگرام نمٹایا اور میں ان کی بہادری کی داد دیتا ہوں کہ بجائے وہ گاڑی کے' پیدل چلے گئے۔

جناب والا! میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جتنی ترقی بلوچستان کو موجودہ دور میں ملی وہ بھی سب لوگوں کے سامنے ہے۔ گوادر پورٹ' کوسٹل ہائی وے' کچھی کینال' میرانی ڈیم اور اس کے بعد سبک زئی ڈیم اس پر بڑا پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب پریذائیڈنگ آفیسر چوہدری محمد انور بھنڈر نے کرسی صدارت سنبھالی)

جناب محمد سرور خان کاکڑ، جتنا پیسہ آج خرچ کیا جا رہا ہے ماضی میں کبھی بھی اتنا پیسہ خرچ نہیں ہوا۔ اتنے فنڈ نہیں ملے تھے۔ چند حقائق بھی ہیں کہ ان کو میں بیان نہ کروں تو مجھے افسوس ہوگا کیونکہ میں عوام کا نمائندہ ہوں۔ مجھے چاہیے کہ میں وہ بات بھی سامنے لاؤں جو بلوچستان کے لوگوں میں احساس محرومی کی باعث ہے۔

جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ جب پاکستان بن رہا تھا تو بلوچستان کے پشتونوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ ان ہی کی وجہ سے بلوچستان' پاکستان میں شامل ہوا اور اس وقت کوئی بھی سردار اور نواب جو بلوچ علاقے سے تھے وہ پاکستان کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن یہ پشتون ہی تھے جنہوں نے بلوچستان کو پاکستان کا حصہ بنایا۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ گزشتہ ادوار میں اور اس دور میں بھی' آج بھی بلوچستان اور خاص طور پر پشتون قوم ایک وفاقی وزیر سے محروم ہے۔ اسی طرح آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ جو ڈپٹی چیئرمین کا الیکشن ہونا چاہیے تھا وہ اس لئے نہیں ہوا کہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ بلوچستان سے کوئی آدمی یہاں پر ڈپٹی چیئرمین بن جائے' لہذا انہوں نے کبھی ہاؤس کو رانجھا صاحب کے ذریعے چلایا یا کبھی بھنڈر صاحب کے ذریعے چلاتے ہیں۔ وہ اتنی بڑی ناانصافی کرتے ہیں' یہاں پر آج بھی جو ہمارے چیئرمین صاحب چلے گئے ہیں' مجھے ان سے گلہ ہے کہ انہوں نے Panel of Presiding Officer میں بلوچستان سے محمد اکرم کا نام announce کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ محمد اکرم صاحب سندھ کے رہنے والے ہیں اگرچہ وہ بلوچستان کے ووٹ سے ہیں۔

جناب والا! بلوچستان میں ہمیشہ چاہے وہ بلوچ ہو' چاہے وہ پشتون ہو۔۔۔۔۔۔۔

Mr. Presiding Officer: Order please.

جناب محمد سرور خان کاکڑ: ان کے ساتھ احساس محرومی کا سلوک کیا گیا ہے۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ بلوچستان سے ہر سال وفاقی پبلک سروس کمیشن میں ہمارا ایک آدمی دو سال کے بعد select ہوتا ہے اور ہماری آبادی 3.5% ہے جبکہ گزشتہ مردم شماری میں ہماری آبادی 5.2% تھی لیکن اب تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ جناب والا! اگر ہمارا صوبہ چھوٹا ہے' یا ہماری آبادی کم ہے تو ہمیں کم لوگوں کی ضرورت ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ

بلوچستان میں ہر سال پندرہ سے بیس افسران ہمارے صوبے میں ملازمتیں کرتے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بلوچستان کے گریجویٹ ہیں، جن بیچاروں نے تعلیم حاصل کی ہے، وہ بے روزگار پھر رہے ہیں تو کیا یہ ہمارے ساتھ انصاف ہے کہ ایک آدمی کے بدلے پندرہ یا بیس آدمی ہمارے صوبے میں لائے جائیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ آپ خود سوچیں اس میں فرنٹیئر کے، سندھ کے اور پنجاب کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر صوبائی سطح پر آپ نے لوگوں کو لینا ہے تو بلوچستان سے بھی اتنے ہی لوگوں کو لیں جتنے آپ دوسروں صوبوں سے لیتے ہیں کیونکہ اگر ضرورت ہے تو بلوچستان کے لوگوں کو ضرورت ہے یا پھر provincial cadre بڑھائیں یا پھر پبلک سروس کمیشن بلوچستان میں خصوصی انٹرویو لیں۔ جناب والا! اس وقت بھی Federal Secretariat اسلام آباد میں پانچ سو سیکشن آفیسرز کی پوسٹیں بلوچستان کی خالی ہیں لیکن ان کو پر نہیں کیا جاتا ہے۔

جناب والا! آپ خود سوچیں کہ بلوچستان کے لئے پارلیمانی کمیٹی چوہدری شجاعت صاحب نے اس ہاؤس کے floor پر announce کی جس کے چیئرمین سید مشاہد حسین صاحب تھے۔ اسی کمیٹی نے بلوچستان کا دورہ کر کے وہاں کے لوگوں سے مل کر، parliamentarians سے اور جو سیاسی پارٹیاں تھیں، ان سے مل کر اپنی سفارشات مرتب کیں۔ آپ کو معلوم ہے ان کی سفارشات میں یہ نکتہ بھی شامل تھا کہ بلوچستان کو A- Area نہیں بنایا جائے گا B- Area ہی رکھا جائے گا لیکن اس کے باوجود بلوچستان کو A- Area قرار دیا گیا ہے، Police State قرار دیا گیا۔

جناب والا! بلوچستان ایک قبائلی معاشرہ ہے اور اس میں جتنی levies effective ہیں اتنی پولیس effective نہیں ہے۔ ہم نے تو پولیس کی situation پنجاب میں دیکھی ہے کہ ان کی کیا کارگردگی ہے اور بلوچستان کو اس طرح محروم کرنا زیادتی ہے اور پھر اس ہاؤس کے floor پر کمیٹی کو announce کر کے، اسمبلی کے floor پر کمیٹی announce کر کے ایک رپورٹ بنائی گئی۔ اس رپورٹ کو مذاق سمجھا ہے یعنی اس میں یہ ذکر ہے کہ بلوچستان کو اے ایریا نہیں بنانا چاہیے لیکن اس کے باوجود بلوچستان کو اے ایریا بنا دیا گیا۔ جب ہم وزیر اعلیٰ سے اس بارے میں بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ جناب والا! یہ اوپر سے ہدایت ہے۔ جب ہم

سینیٹ میں question کرتے ہیں تو کہتے ہیں جی یہ صوبائی مسئلہ ہے۔ ہمارے بلوچستان کی صوبائی خود مختاری بھی ختم کر دی گئی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو صوبائی خود مختاری آج کل available ہے اس کے تحت صوبے میں levies یا پولیس کا فیصلہ صوبائی حکومت کو کرنا چاہیے لیکن وہ فیصلہ بھی اسلام آباد کی سطح پر ہوتا ہے۔ اس طرح مقامی لوگوں کو میرے خیال میں تنگ کیا جا رہا ہے اور یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ پشتونوں اور بلوچوں نے پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کو اس وقت اگر آپ دیوار سے لگائیں گے تو یہ اچھی بات نہیں ہو گی۔ ہر روز نئے فیصلوں سے صوبے میں انتشار پھیلتا جا رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ نہ ہماری پارٹی کا کوئی فورم ہے، نہ اجلاس ہو رہا ہے، نہ کسی سے کوئی پوچھ گچھ ہے، نہ کوئی مشورے ہیں۔ اس سے ہماری بات ہماری پارٹی تک نہیں پہنچ رہی ہے اور ہماری بات حکومت تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ میں مجبور ہو کر سینیٹ کا فورم استعمال کر رہا ہوں۔ بلوچستان کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں اور خصوصاً سب لوگوں کے ساتھ اس قسم کی بات ہو رہی ہے، وہاں تعلیم بہت کم ہے اور اس کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔ وہاں جنرل پرویز مشرف نے جو پروگرام شروع کیا، وہاں پر کیڈٹ سکول بنائے گئے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان میں خصوصاً پشین ضلع بہت بڑا ضلع ہے، افغان بارڈر پر ہے اور اس ضلع میں ایک بھی قابل ذکر تعلیمی ادارہ نہیں ہے۔ اب ہم کس کے آگے روئیں۔ نہ صوبے میں ہماری بات کوئی سنتا ہے نہ مرکز میں ہماری بات سنی جاتی ہے تو ہم اب کونسا فورم استعمال کریں۔ وہ لوگ جو ہمیشہ establishment کے ساتھ رہے ہیں یا فوجی حکومتوں کی حمایت کرتے ہیں یا ان کے لیے، ملک کے لیے، پارٹی کے لیے، مسلم لیگ کے لیے کام کرتے ہیں لیکن ہم سے زیادہ فائدہ اس طرف کے لوگ زیادہ اٹھاتے ہیں کیونکہ وہ چیخ وپکار بہت کرتے ہیں۔ وہ بلیک میل کرتے ہیں۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ ہم حکومت کے ساتھ ہیں لیکن ہماری بات کوئی نہیں سنتا ہے۔ جناب عالی! کبھی ہماری آواز بھی ایوان اقتدار تک پہنچائیے کہ وہاں بلوچستان میں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں لوگ کیوں مایوس ہیں۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے رویوں میں تبدیلی لائیں اور جمہوری رویہ اختیار کریں اور جمہوری رویوں سے ہی وفاق قائم رہ سکتا ہے۔ اگر ہم جمہوری رویے ختم کریں گے تو وفاق کو نقصان پہنچے گا۔ بلوچستان پاکستان کا 43% حصہ ہے اور 43% آج بھی اس حصے سے محروم ہے

جو اسے ملنا چاہیے۔ تو ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بلوچستان کے مسئلے پر کھلے دل سے بیٹھ کربات کریں۔ جیسے جنرل صاحب سندھ میں کالا باغ ڈیم کے بارے میں رائے عامہ ہموار کر رہے ہیں، اسی طرح بلوچستان میں بھی وہ رائے عامہ ہموار کر سکتے ہیں۔ وہ پیار محبت سے بلوچستان کے لیڈروں، سیاسی پارٹیوں اور لوگوں سے مل بیٹھ کر صحیح فیصلے کریں۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف ہیں، پاکستان ہمارا ملک ہے، ہم اس ملک کے لیے جان دینے کے لیے بھی تیار ہیں لیکن بات یہ ہے کہ صرف رویوں کا فرق ہے اگر رویہ جمہوری ہو جائے تو میں کہتا ہوں کہ اس سے بلوچستان بلکہ پاکستان کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! اس وقت ہمارے ملک میں جمہوری رویوں کا خلا ہے، جس کی وجہ سے ہر صوبے میں مشکلات ہیں۔ یا تو سیاسی پارٹیاں مثبت role play کریں اور صدر مملکت کے ہاتھ مضبوط کریں اور ان کے notice میں وہ تمام چیزیں ہوں جو اس صوبے یا اس ملک کی ضرورت ہیں، چاہے وہ سیاسی ضروریات ہیں، چاہے وہ معاشی ضروریات ہیں، جو کچھ بھی ہے اس کو سامنے رکھ کر فیصلے کیے جائیں تو میں کہتا ہوں تو اس سے بہتر اور دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے یہ دنیا میں ہے ---

Mr. Presiding Officer; Please try to conclude now.

سینیٹر محمد سرور خان کاکڑ: حزب اختلاف اورحزب اقتدار بھی ہے لیکن کچھ مسائل ایسے بھی ہیں، جن کے لیے ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم اپنے حکمرانوں تک پہنچ جائیں لیکن ان کے ساتھ ہماری ملاقات تک نہیں ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس وقت بامر مجبوری میں یہ floor استعمال کر رہا ہوں اور میں اس floor پر یہ کہتا ہوں کہ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ پیار و محبت سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ فراخ دلی کی ضرورت ہے اور جس طرح صدر صاحب بلوچستان کے لیے کام کر رہے ہیں اگر اسے تھوڑا سا عوامی مشورے سے کیا جائے تو انتہائی بہتر ہو جائے گا اور بلوچستان ترقی کرے گا۔ اگر بلوچستان ترقی کرتا ہے تو پاکستان ترقی کرے گا۔

Mr. Presiding Officer: Please take your seat now.

وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر محمد سرور خان کاکڑ، یہ اتنی سی گزارش ہے۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ وقت ختم ہو گیا ہے تو میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں، آپ سے اجازت چاہتا ہوں، مہربانی، السلام علیکم۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، تشریف رکھیے۔ میں یہ واضح کر دوں کہ جہاں تک line cross کرنے کا تعلق ہے تو اگر تصویر بھی لینی ہو تو line cross نہیں کی جا سکتی اور بولنے والے Member, Senator اور Chair کے درمیان سے نہ گزرا جائے۔ پروفیسر ساجد میر، آپ کا نام اس لسٹ میں تو-------

سینیٹر الیاس احمد بلور، جناب! ساجد میر صاحب بعد میں بولیں گے۔ ہم سیکریٹری صاحب کو پہلے بتا گئے تھے کہ ساجد میر صاحب آئے تھے، ان کو بتایا تھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، اس لسٹ میں محمد الیاس بلور----

Senator Ilyas Ahmed Bilour: My name is Ilyas Ahmed Bilour.

Mr. Presiding Officer: I am sorry, Ilyas Ahmed Bilour.

Senator Ilyas Ahmed Bilour: Thank you.

جناب! میں بڑی معذرت کے ساتھ اپنے دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں، ڈاکٹر صاحب اور جنرل صاحب نے یہاں پر بڑی باتیں کی ہیں، یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان توڑا کس نے؟ یہ آپ تھوڑا سا دیکھیں کہ جب وہاں National Assembly کا session call ہوا تو بزنجو صاحب اور ولی خان ڈھاکا پہنچ چکے تھے۔ ان چھوٹی قومیتوں نے پاکستان نہیں توڑا، اللہ کا خوف کریں، آج ادھر سے میری بہنیں یا کوئی بھائی اس بات پر بولیں گے تو ان کا یہ حق ہے کہ بولیں کیونکہ دو تاریخ کو قرعہ نکلنا ہے، ان کو اللہ پر بھروسا نہیں ہے، ان کو بھروسا ہے تو جنرل مشرف پر۔ وہ آج اگر شور نہیں مچائیں گے تو دوبارہ شاید ٹکٹ نہ ملے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اللہ پر بھروسا ہے۔ دیکھیں جناب! this is not a way. یہ بھی ایک چیز ہے کہ دو تاریخ کی وجہ سے لوگ کافی جذبات میں بات کر رہے ہیں۔ I am not feeling well, I cannot speak actually لیکن میں نے کہا کہ میں اس بات پر تھوڑا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی جب مشرقی پاکستان میں call ہوئی تھی تو اس میں بزنجو صاحب اور خان ولی خان صاحب،

ارباب سکندر صاحب، غلام احمد بلور، یہ سارے مشرقی پاکستان پہنچ چکے تھے اور جب وہاں پر اسمبلی adjourn ہوئی تو اس میں خیر بخش مری صاحب تھے، وہ بھی MNA تھے۔ تو میں ہاؤس کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں اور record درست کرنا چاہتا ہوں کہ چھوٹی قومیتوں نے کبھی پاکستان کو نہیں توڑا، ہم نے صرف اور صرف اپنے حقوق مانگے ہیں جو ہمیں نہیں دیے جاتے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج جو ملٹری ایکشن ہو رہا ہے یہ ملٹری ایکشن ۱۹۷۳ء میں ہوا اور کتنا heavy ملٹری ایکشن ہوا۔ پھر اسی سال مارچ میں ایک پارلیمانی کمیٹی بنی تھی اور شجاعت صاحب اس وقت ہمارے پرائم منسٹر صاحب تھے۔ اس وقت بگٹی ایریا میں ایکشن ہوا تھا، آج کوہلو میں ہو رہا ہے، کل خضدار میں ہوگا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ جو سرداروں کی بات کرتے ہیں ---- میں اپنے بھائیوں سے یہ request کرتا ہوں، بہنوں سے request کرتا ہوں کہ یہ بتا دیں کہ total کتنے سردار ہیں اور ان میں سے کتنے سردار گورنمنٹ کے ساتھ نہیں ہیں تو وہ غدار ہیں، اب ہم بھی غدار ہیں، لوگوں کو پکڑ لیا جاتا ہے پھر عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مجھے بم بلاسٹ میں اٹھا کر لے گئے اور مجھے مارا، الٹا لٹکایا، سب کچھ کیا۔ جب میں باہر نکلا، ہائیکورٹ نے میری bail کی دس دن کے بعد تو مجھے اٹھا کر دوسرے بم کیس میں پکڑ لیا۔ سر! یہ چیزیں جو ہوتی ہیں یہ چیزیں صرف لوگوں کو تنگ کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ خدارا! اس کو یہ نہ کہیں، کسی کو اتنا دور نہ پھینکیں، اتنا دور نہ کریں کہ آپ اپنے ملک کو نقصان پہنچائیں۔ ہم کہتے ہیں کہ فیڈریشن رہے، فیڈریشن کو نقصان نہ پہنچائیں، آپ لوگوں کے بارے میں ہم بات کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ فیڈریشن کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ پچھلے دس سال سے تو ہم غدار نہیں ہیں۔ اس سے پہلے پچاس سال تک ہم غدار تھے، ہمیں بھی غدار کہا جاتا تھا، ہندو کا agent کہا جاتا تھا، روس کا agent کہا جاتا تھا۔ اللہ کا خوف کھائیں۔ ہم اگر غدار ہیں تو اسمبلیوں میں ولی خان لیڈر آف دی ہاؤس تھا۔ یہ ۱۹۷۳ء کا جو آئین بنا ہے اس میں بزنجو صاحب، ولی خان، مفتی محمود صاحب سارے تھے۔ ہم غدار ہیں؟ پھر بھی ہم غدار ہیں۔ ارے بابا! اس کے بعد کیسے ہم غدار ہیں۔ اس کے بعد حیدر آباد ٹریبونل بنا، اس کے بعد ہم کب تک غدار رہیں گے اور کون کون غدار رہے گا؟ صرف وہ غدار ہیں جو حکومت کے کہنے پر، جو جرنیلوں کے کہنے پر انگوٹھا نہیں لگاتے ہیں۔ وہ سردار غدار ہیں۔ صرف چار سردار وہاں پر ہیں جو غدار ہیں، جن میں عطاء اللہ مینگل، بزنجو صاحب تو سردار نہیں

تھے بیچارے شریف آدمی تھے، ہم جیسے commoner تھے، ایک خیر بخش مری ہے اور بگٹی صاحب ہیں اور مجھے بتائیں کہ کونسا سردار وہاں ایسا ہے جو حکومت کے ساتھ نہیں ہے۔ خدا کے لیے یہ بات نہ کی جائے۔ ہاں! جرنیل صاحب نے رائیلٹی کی بات کی، مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے رائیلٹی کی بات پر۔ یہ رائیلٹی کی بات کرتے ہیں۔ رائیلٹی پر ہمارا حق بنتا ہے۔ بلوچستان کا حق بنتا ہے رائیلٹی پر۔ جس طریقے سے مجھے اپنا پتا ہے کہ Mr. Chairman, I need your attention, 16 billion units میں produce کرتا ہوں سال کے اور مجھے 6 billion rupees دیے جاتے ہیں رائیلٹی کے اور یہ peanut ہے۔ مجھے بتائیں اگر -----

Mr. Presiding Officer: Please take your seat. I have it in mind and by interrupting the speaker, I was intending to do it after your speech but we welcome here the Parliamentary delegation from Bangladesh.

(Thumping of desks)

Mr. Presiding Officer: They are most welcome and they have graced this House with their presence. We welcome them heartily and we have all the good wishes for our brothern from Bangladesh. Thank you. Yes Mr. Ilyas Ahmad Bilour.

Senator Ilyas Ahmed Bilcur: Thank you very much. I also welcome my honourable members of the Parliament from Bangladesh. We had a political party over there at that time as well when it was East Pakistan and I am proud that we were there, our leadership reached in East Pakistan when it was announced as I said earlier, when the Assembly was called Wali Khan, Bazenjo, Ghulam Ahmad Bilour, Arbab Sikandar Khan, they went over there then Assembly was broken, it was calld off by a military General. Sir, for God's sake

میں یہ کہتا ہوں کہ رائلٹی کی بات کرتے ہیں تو

16 billion, I am producing 16 billion units of electricity yearly and I am getting 6 billion rupees royalty. Is it royalty? I am getting electricity of 5.50 rupees per unit. What is my royalty? For God's sake what royalty you are giving to Balochistan on the gas? What charges you are charging from Balochistan's ordinary people? What charges you are charging from the industrialists? What amount you are charging from other people? Why you don't give the exact royalty? The Supreme Court has given a verdict, the A. G. N. Qazi Committee has given a verdict about the royalty.

Mr. Presiding Officer: Order please, no consultation inside the House. Please take your seats.

Senator Ilyas Ahmed Bilour: Central Government is not accepting exactly whatever has been decided by the A.G. N. Qazi report. Central Government is not accepting but the Supreme Court has said, Central Government is saying that alright you will get only 6 billion, why? My royalty comes to 2 rupees per unit, that is 32 billion rupees. How long we will be suffering? How long Balochistan will be suffering? Sometime you know, you announce Army action, somebody, a gentleman, a friend of us, Interior Minister has very rightly said that it's not an Army action, it is just an action by the law enforcing agencies. What are doing there, the law enforcing agencies? A friend of mine has said that Syed Shahid Hussain he was the Chief Secretary of Balochistan, he has written a editorial in "The Dawn" and he said categorically, he has written that FC

does not take order from the Chief Secretary or Chief Minister. They directly take order from the G.H.Q. How many actions you will take, how many things you will do? I must say, sir for God's sake, it is enough, it is enough. This year one Parliamentary Committee was made for the Bugti areas. What is the result of that? That Army action has been shifted to Kohlu, now another Parliamentary delegation will be made for the Kohlu also and what will be result of that. What is the result of the previous Parliamentary delegation? This Parliamentary Committee was made, with the order of the Prime Minister of the country at that time, Ch. Shujaat Hussain. So, for God's sake, which side you are taking your country, we want that country should remain. You still want to break it like East Pakistan. Sometime you announce Kalabagh Dam, action in the Kohlu, sometime you take action in Bugti area. Now where ever you are, which side you are taking your country. For God's sake I will request my friends over there that believe in the God, have a faith in the God, the draw will come out, who has got a luck he will stay, who doesn't have a luck he will go. No problem and if you don't shout wrongly and you don't say the fact, it means that you will get a ticket from General Musharraf again, for Gad's sake, this is not the way and the only way is that you say the fact, what are the ground realities? The ground reality is that there is army action, whether the law enforcing agencies or the military because airforce is not law enforcing agency. Why the airforce planes have gone there. The airforce plane has bombed over there and you say that it is not an army action, for God's sake. Airforce is not a law enforcing agency, there is no

airforce with the Frontier Corps at all, it is Pakistan Airforce. For God's sake, don't repeat the same Bangladesh as you people are referring. Thank you very much.

Mr. Presiding Officer: Thank you. Mrs. Tanvir Khalid.

سینیٹر تنویر خالد، جناب والا! شکریہ، آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں نے یہاں پر بڑی توجہ سے بلوچستان پر گفتگو سنی اور ہمیشہ سنتی ہوں۔ بلوچستان کے خیرخواہ، بڑے بڑے مقرر جن کی تقریر میں شعلہ بیانی ہوتی ہے لیکن یک رخی ہوتی ہے۔ مجھے ان سے یہ سوال کرنا ہے کہ اس ایوان میں یہ بڑی revolutionary تقریر کرتے ہیں، بڑی گرما گرم، بڑی گھن گرج کے ساتھ، بڑے زور کے ساتھ کرتے ہیں، میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا ایسی ہی آواز میں، ایسی ہی تقریر یہ اپنے بلوچستان میں، اپنے سرداروں کے سامنے بھی کرتے ہیں؟ سرداروں کے سامنے یہ revolutionary باتیں نہیں کرتے۔ یہ سرداروں کو جمہوریت کی پٹی نہیں پڑھاتے ہیں کہ آج کے دور میں آپ سردار بنے بیٹھے ہیں اور عوام کا اس طرح سے استحصال کرتے ہیں۔ اخباروں کے ذریعے لوگوں کو، عوام کو معلوم ہے، منہ سے منہ کہانی چلتی ہے، اگر یہ بتاتے نہیں ہیں۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں کہ بلوچستان میں کسی جگہ، کسی واسطے سے، کسی سلسلے میں، کسی کا جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ان کے پاس ایک شخص آیا، وہ بہت میلے حال، میلا کچیلا تھا اور اس کے پاس سے بو آ رہی تھی تو جس صاحب کے پاس یہ آیا تھا، انہوں نے اس سے ہاتھ جوڑ کر گزارش کی کہ اے میرے بھائی، بیٹے تم جاؤ، ذرا نہا دھو کر اور کپڑے بدل کر آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ جناب! میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ سردار کا حکم ہے کہ ایک مہینے بعد نہانا۔ میں یہ ساری باتیں کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن یہ اس پردے کو اٹھوانا چاہتے ہیں۔ پھر یہ بلوچستان کی حمایت میں یا حکومت کی شکایتوں میں اس قدر حکومت کو اور صدر مملکت کو برا بھلا کہتے ہیں، میں ان کی بہادری کو، ان کی جرأت مندی کو۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ، اگر انہوں نے اس طرح توہین کرنی ہے تو ہم

بالکل بولنے نہیں دیں گے۔ یہ بات نہیں ہے کہ بلوچستان کے لوگ ایک مہینے تک نہیں نہاتے۔ یہ جینا سکھاتے ہیں، ہم پانچ وقت کی نماز پڑھنے والے لوگ ہیں۔ یہ کہتے ہیں ایک مہینہ تک نہیں نہاتے۔ یہ الفاظ expunge کرا دیں۔ یہ کہتے ہیں، ہم general بات کرتے ہیں، یہ general بات جھوٹ کہتے ہیں۔

Mr. Presiding Officer: No, no, this is not point of order, please, take your seat.

یہ ایسی بات نہیں ہے، آپ تشریف رکھیں، ان کی بات سنیں۔ No allegation against any particular person, yes, this is general observation. Yes.

سینیٹر تنویر خالد: دیکھیں! یہاں پر کسی نے ہم سے یہاں تک کہا کہ جو لوگ ادھر بیٹھے ہیں، یہاں تک کہا گیا کہ وہ ٹکٹ کے لئے بول رہے ہیں، ابھی بھی اور اس سے پہلے اتنے برے الفاظ استعمال کئے جو میں نے اپنے منہ سے کبھی نہیں کہے اور نہ میں کہنا چاہتی ہوں لیکن انہوں نے کہا کہ وہ جوتے polish کرتے ہیں (تھو، تھو لاحول و لا قوۃ) میں ان سے یہ پوچھوں جو بدزبانی انہوں نے آج میری زبان میں دی کہ کیا تم اپنے سرداروں کے ساتھ یہی کرتے ہو جو تم یہ کام جانتے ہو۔ ہم تو ایسا نہیں کرتے اور نہ کیا ہے، ہم حق بات کہتے ہیں جو ہماری ہم خیال بات ہے جو ہم سچ سمجھتے ہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کسی بھی ملک کے صدر صاحب جاتے ہیں اور وہاں آپ کی بھلائی کے لئے جاتے ہیں، ایک جلسے میں موجود ہیں، وہ آپ کے مہمان ہیں تو کیا آپ ان کے اوپر آٹھ راکٹ برساتے ہیں، یہ آپ کی مہمانداری ہے؟ اور اگر آٹھ راکٹ برساتے ہیں تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ وہ بلا کر گلے لگاتے، پھولوں کے ہار پہناتے کہ آؤ بیٹے، تمغہ جرأت ان کو دے دیں جو ایسے حملے کرتے ہیں اور جو ایسے ہتھیار جمع کر کے رکھتے ہیں۔ ہتھیار کس کے لئے جمع کر کے رکھتے ہیں، وہ کوئی بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہے ہیں، وہاں پر بیرونی حملہ آور آ رہے ہیں، ان کے مقابلے میں جا رہے ہیں، فوج کا ساتھ دے رہے ہیں؟ یہ کس کے لئے درآمد کرتے ہیں، ہتھیاروں کے انبار کس کے لئے لگاتے ہیں، یہ کس کی حکومت ختم کرنا چاہتے ہیں؟ حکومت کے اندر حکومت اور ایک ملک کے اندر کتنی حکومتیں قائم ہوں گی۔ بعض اتنے

بے تاب ہوتے ہیں کہ ہر وقت ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ پاکستان کے ٹکڑے کرنے کے (نعوذ بااللہ) جس پر ہماری ساتھی نے بھی کہا کہ آپ کا اتنا اسلحہ، آپ کی زبان کا یہ اظہار، یہ freedom of expression اس حکومت میں ملی ہے کہ آپ TV پر حکومت کو الف سے ے تک برا بھلا کہتے ہیں اور اس ایوان میں بھی اور دوسرے ایوان میں بھی۔ آپ کو اسی حکومت میں اتنی freedom of speech, freedom of expression دی گئی ہے، ان سب باتوں کے باوجود۔ پھر آپ جب بلوچستان کی حق تلفی کا رونا روتے ہیں، صحیح ہے لیکن اس جنرل کی حکومت تو صرف چھ برس سے ہے، آپ نے اس کا پچھا کیا ہوا ہے جس میں پنجاب نے اپنا بجٹ اس کی ترقی کے لیے دیا ہے۔ اس سے پہلے تین سو ارب روپے اس بلوچستان کے اوپر خرچ کیے اور پنجاب نے اپنا بجٹ دیا۔ اس حکومت کی بات کرو، جب وہ حکومتیں تھیں تب آپ کی زبان بند تھی، آپ کی زبان کٹی ہوئی تھی، آپ کی زبان پر پابندی تھی۔

Mr. Presiding Officer: No interruption please, order please.

سینیٹر تنویر خالد ، جناب والا! میں نے کوئی گالی نہیں دی۔ جناب والا! یہ تو اردو کا ایک محاورہ ہے۔

Mr. Presiding Officer: Order please in the House.

سینیٹر تنویر خالد، یہ میرا سوال ہے۔

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer: No interruption please. That is not the way.

سینیٹر تنویر خالد ، جناب والا! میں نے کبھی بھی کسی کی تقریر میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ میں تو یہ پوچھ رہی ہوں کہ جتنی اب آپ کو اظہار رائے کی آزادی ملی ہے کیا آپ کو یہ پہلے زمانے میں ملی تھی؟ اگر ملی تھی تو آپ اس وقت کیوں آواز نہیں اٹھاتے تھے ؟ اس وقت آواز نہ اٹھانے کی کیا وجہ تھی؟ اب آپ اپنے صوبے میں بھی اٹھاتے ہیں اور اپنے سرداروں کے خلاف بھی اٹھاتے ہیں جو غریبوں کو exploit کرتے ہیں یا میں یہ سمجھتی ہوں کہ you are a

ان کی power میں آپ بھی شریک ہیں۔ وہ غریبوں کو exploit کرتے ہیں part of them.
اور آپ بھی وہاں غریبوں کو exploit کرتے ہیں ۔ میں وہاں گئی تو نہیں ہوں لیکن یہاں ایوانمیں سنتی آئی ہوں کہ وہاں یہ چھ چھ بنگلے بناتے ہیں اور اس کے علاوہ بہت ساری جائیداد رکھتے ہیں اور یہاں بیٹھ کر یہ غریبوں کی بات کرتے ہیں۔ ہر وقت غریبوں کی طرف داری کرتے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ اللہ نے آپ کو اتنا کچھ دیا ہے تو آپ نے اپنے صوبے میں غریبوں کے لیے کیا کام کیا ہے؟ وہ تو اتنے ان پڑھ ہیں، اتنے جاہل ہیں۔ وہاں تعلیم نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ تو اتنے مالدار ہیں اس لیے آپ کو چاہئیے تھا کہ وہاں غریبوں کے لیے سکول بنا دیتے ۔ اگر دو سکول نہیں بنا سکتے تو چلیں، ایک ہی بنا دیتے۔ اگر اعلیٰ درجے کے سکول نہیں بنا سکتے تو غریبوں کے لیے عام سکول ہی بنا دیتے۔ تقریریں کرنا بڑا آسان ہوتا ہے جس طرح میں تقریر کر رہی ہوں لیکن ہر وقت اپنی تقریر میں ورغلانا اور اکسانا الگ بات ہے۔ I said in the beginning that you are a very good مقرر۔ آپ کو اچھے طریقے سے تقریر کرنی آتی ہے لیکن تقریر کو factual, truthful, اور حقائق پر مبنی ہونا چاہیے۔ مجھے یہ بتائیں کہ یہ حکومت آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کر رہی ہے؟ جو کچھ یہ حکومت کر رہی ہے، اتنا کچھ پچھلی حکومتوں نے بھی نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ کی اپنی حکومت نے کیا تھا۔ اس وقت آپ نے کیوں سوال نہیں کیا؟ میں تو صرف پوچھ رہی ہوں کہ کیا اس وقت آپ کی زبان بندی تھی؟ اب تو ایسا نہیں ہے۔

جناب والا! اگر یہ مان جاتے ہیں کہ ہاں! ہمارے ہاں یہی رواج ہے کہ جب کوئی مہمان آئے گا تو ہم اس پر راکٹ برسائیں گے تو پھر سامنے والا کیا کرے گا۔ کیا وہ گلے سے لگائے گا اور انہیں پھولوں کا ہار پہنائے گا؟

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer: Order please, no interruption.

سینیٹر تنویر خالد، بس جی! میں نے یہی عرض کرنا تھا۔

Mr. Presiding Officer: Mr. Rehmatullah Kakar.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ

الکریم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ جناب والا! آج وطن عزیز کے ایک حصے پر جو کاری ضرب لگائی جا رہی ہے، اس کے متعلق میرے دوستوں نے کہا ہے کہ ہم نے اب رونا بھی چھوڑ دیا ہے اور ہم اب فریاد بھی نہیں کرتے، protest بھی نہیں کرتے کیونکہ media بھی ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔ پچھلے session میں یہاں سے غلطی سے PTV والوں کا گزر ہوا۔ انہوں نے opposition benches سے ایک دو shots لیے۔ انہیں ساتھ والی گیلری میں بلایا گیا اور PTV کے کیمرے سے ہمارے سامنے یہ فلم کھینچی گئی۔ ان کو ملامت کی گئی اور کہا گیا کہ کیا آئندہ ایسی جرأت کرو گے اور opposition والوں کی تصاویر لیں گے؟ میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ PTV پاکستان کا ہے، مسلم لیگ کا ہے یا treasury benches والوں کا ہے؟ آپ ذرا انصاف اور بے انصافی کے معیار کو دیکھیے۔ بلوچستان taxes کی صورت میں اس وطن عزیز کے خزانے میں بہت کچھ دیتا ہے۔

Mr. Presiding Officer: The House be attentive to the speaker. Yes, please.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ، لیکن اس کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ یہ Air force کے jets, helicopters اور توپوں کی بات کرتے ہیں۔ معاشی طور پر ہماری ناکہ بندی ہے۔ اب 58 سال ہو گئے ہیں۔ ہم نہ جی رہے ہیں اور نہ مر رہے ہیں۔ Treasury benches کے ایک معزز رکن نے ابھی بات کی ہے کہ بلوچستان کے لوگ مہینے میں ایک دفعہ بھی نہیں نہاتے ہیں اور جب نہاتے ہیں تو سردار صاحب سے پوچھ کر نہاتے ہیں۔ جناب والا! یہ کتنا شرم ناک الزام ہے۔ Loose talk کی کس قدر انتہا ہے؟ ان کی کس قدر لاعلمی ہے اور پھر یہ اپنے آپ کو journalist بھی کہتے ہیں، well educated بھی کہتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس ملک کا ہمدرد بھی کہتے ہیں۔ کیا ہماری کسی نے حال پرسی کی ہے؟

سینیٹر تنویر خالد، جناب والا! میں عرض کرتی ہوں۔

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer: Please, take your seat.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ، ان کو اس ایوان سے نکالا جائے۔

Mr. Presiding Officer: Please, take your seat. Yes.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: جناب والا! کیا کسی نے ہمارے پھٹے ہوئے پاؤں کو نیچے سے دیکھا ہے؟ اس سخت سردی میں بھی ہمارے صوبے کے لوگ چٹائی کے جوتے پہن رہے ہیں۔ اس کی وجہ غربت ہے۔ہم کوئی grant نہیں مانگتے ہیں۔ ہم کوئی aid نہیں مانگتے ہیں۔ جو چیز ہم produce کر رہے ہیں، جو چیز ہمارا صوبہ produce کر رہا ہے۔ بلوچستان سے متعلق کمیٹی میں ہم نے recommendations unanimously دے دی ہیں کہ مرکز اس میں سے اپنا حصہ رکھے اور باقی صوبوں کو transfer کرے۔ کوئی ۴۰ ارب روپے کے قریب مرکز کے ذمے بلوچستان کے گیس کی رائیلٹی کی مد میں بقایا ہیں۔ مرکز اس بات کو تسلیم بھی کرتا ہے۔ مشاہد صاحب نے بھری کمیٹی میں اعتراف کیا کہ ہم آپ کو ان میں سے سالانہ ۱۰ ارب روپے دے دیا کریں گے۔ ہم سے گیس ۲۷ روپے فی مکعب فٹ کے حساب سے خریدی جاتی ہے وہی گیس جب سندھ یا میرے وطن کے دوسروں صوبوں سے نکلتی ہے تو ۲۲۵ روپے فی مکعب فٹ کے حساب سے خریدی جاتی ہے۔ ان کی logic یہ ہے کہ ان سے ہم اس لئے مہنگی خریدتے ہیں کہ اس میں خرچہ زیادہ آتا ہے اور آپ کی گیس کی کوالٹی بھی اچھی ہے اور اس میں خرچہ بھی کم ہے۔ لہذا' یہ پھندا تمہارے گلے میں fit ہوتا ہے تم بھگت لو۔

ہمارے صوبے پر illiteracy کا الزام لگایا جاتا ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ ان ۵۸ سالوں میں مرکز نے کوئی ایک کالج بھی بلوچستان کو بناکر دیا ہے؟ اگر دیا بھی ہے تو وہ ان areas میں ہے جو میرے لئے no go ہے۔ جہاں پر میں اپنی گاڑی یا موٹر سائیکل پر سٹکر لگا کر جاتا ہوں۔ میرے کوئٹہ کے ساتھی گواہ ہیں کہ کوئٹہ کینٹ میں کوئی مائی کا لعل بغیر سٹکر کے گھس نہیں سکتا ہے۔ ہم ہمیشہ ان سے لڑتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ویزہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ orders ہیں کہ ان کو گھسنے نہ دیا کرو۔ اپنے ملک کے شہریوں کے ساتھ اپنے ملک کے اندر اس طرح کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ میرے ملک کی دوسری چھاونیوں میں میرے بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک ہو تو کیا قیامت برپا ہوگی۔ اگر آج انور بھنڈر یا محمد میاں

سومرو یا میرے دوسرے بھائیوں کو یہ کہا جائے کہ نہ گھسو اس کینٹ میں تو وہ کیا reaction کریں گے؟ ہم تو برداشت کر رہے ہیں لیکن برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ ہمارے ساتھ انہوں نے کونسی مہربانی کی ہے؟ Education میں انہوں نے ہمیں پیچھے رکھا ہے۔ رائیلٹی میں انہوں نے ہمیں پیچھے رکھا ہے۔ جیو کی latest information ہے کہ کوہلو کی پہاڑیوں پر کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے۔ کوہلو کس کا ہے اور اس پر کنٹرول کون حاصل کر رہا ہے؟ یہ ہمارا کوہلو ہے۔ جو فوج ہے اس کو ہم اپنی فوج کہتے ہیں۔ اس فوج کو ہم اپنے ٹیکسوں سے تنخواہ دیتے ہیں اور اپنے خون پسینے کی کمائی سے تنخواہ دے رہے ہیں۔ فوج کو جو گولیاں ہم لے کر دے رہے ہیں وہ اس وطن کے دفاع کے لئے دے رہے ہیں یا ہمیں ذبح کرنے کے لیے ان کو دی جا رہی ہیں؟ یہ حساب کتاب کیوں نہیں رکھا جاتا؟ آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو پا رہا ہے کہ تنخواہ دینے والا ملازم یا تنخواہ لینے والا ملازم ہے؟ ۵۸ سال اس طرح گزر گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ ملازمتوں میں جو زیادتی ہو رہی ہے ' Treasury Benches سے میرے بھائی سرور کاکڑ نے ابھی فرمایا ہے کہ ہمارے صوبے کی ۵۰۰ سیکشن افسروں کی آسامیاں اسلام آباد میں خالی پڑی ہیں اور ان پر کسی کو depute نہیں کیا جاتا۔ یہ ساری صورتحال آپ کے سامنے ہے۔ آپ خود ایک قانون دان ہیں اور مختلف پارلیمانوں میں اہم مناصب پر کام کرتے رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ F.C کا جو رویہ ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے گزشتہ اجلاس میں بات کی تھی۔ ایک صاحب کراچی سے چائے کا ایک ٹرک خرید کر ژوب لے کر جا رہے تھے۔ F.C والے اس کو روکتے ہیں کہ چائے کہاں سمگل کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ کاغذات ہیں' میں کراچی سے آ رہا ہوں اور ژوب جا رہا ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ اچھا مولویوں کی چائے ہے۔ صرف مولوی ہونے کی بنا پر اس کی چائے ضبط کی گئی۔ .F.C کے موجودہ IG کے پاس میں خود گیا اور اسے بتایا ہے کہ IG صاحب یہ ظلم ہو رہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ میں نے کہا کہ کوئی reason تو بتائیں۔ تو اس نے کہا کہ کوئی reason نہیں ہے۔ یہ مولوی کی چائے ہے اس لئے ہم اس کو نہیں چھوڑتے۔ ہماری فریاد کو کوئی نہیں سن رہا ہے۔ بلوچستان میں کورٹس کی jurisdiction ختم ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کسی مجسٹریٹ میں اتنی جرات ہے کہ وہ .IG, F.C کے orders کو توڑ سکے؟ نہیں توڑ سکتا۔ جنرل صاحب کو جو O.K. reports دی جا رہی ہیں وہ غلط

دی جا رہی ہیں۔ اگر میری آواز اس تک پہنچ رہی ہو اور یقیناً پہنچ رہی ہے تو خدا کے لیے بلوچستان کے ساتھ بلکہ پورے ملک کے ساتھ انصاف کیجیے۔ بلوچستان کے ساتھ نا انصافی پاکستان کے ساتھ ناانصافی ہے۔ بلوچستان کے ساتھ زیادتی پورے پاکستان کے ساتھ زیادتی ہے۔ بلور صاحب نے ابھی ہماری ایک اور یاد ماضی کی بات کی ہے ۔ وہ زخم ابھی تک تازہ ہیں۔ اگر ہمیں دیوار سے انہوں نے لگایا' یہ بھی پچھتائیں گے۔ ہم کب تک کہتے رہیں گے کہ آپ ہمارے ہو یا ہم آپ کے ہیں۔ جب سکت باقی نہیں رہے گی' جب یہ دم خم نہیں رہے گا پھر ہر ایک کے اپنے راہ ہیں۔ آپ کے سامنے ہے جناب! آپ جس صوبے سے تعلق رکھتے ہیں اس کے چیف منسٹر امرتسر جاکر کھیل کے فیتے کاٹتے ہیں۔ گریٹر پنجاب کی باتیں ہو رہی ہیں' گریٹر بلوچستان' پشتونستان اور جناح پور کی باتیں بھی ہو رہی ہیں۔ میں لندن گیا تھا' مجھے ایک ہفتے پہلے ایک صاحب نے لندن میں بتایا کہ مجھے ایک صاحب نے بلایا کہ کدھر ہو تم' ہمارے ساتھ کیوں نہیں ملتے ہو؟ اس کا تعلق پیپلز پارٹی سے تھا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ میرا کیا تعلق ہے۔ اس نے بادل نخواستہ کہا کہ جی یہ ملک ٹوٹ رہا ہے جناح پور میں آؤ۔ وہ بندہ انتہائی responsible ہے۔ ایسا کوئی نہیں ہے جس کو اس چیز کا علم نہ ہو۔ اس ملک کی حالت پر رحم کیا جائے۔ ہم سب کی حالت پر رحم کیا جائے ۔ یہ ملک ہے تو ہم ہیں ' خدانخواستہ اس ملک کو کچھ ہوا تو ہماری چھنے خانی بھی نہیں رہے گی۔ پھر وہی ہم ہوں گے اور وہی دربدر کی ٹھوکریں ہوں گی۔

جابرانہ طریقے سے ' ظلم سے حکومتیں نہیں چلا کرتیں۔ میری یہی گزارش ہے اس ایوان کے توسط سے ان مقتدر قوتوں کو جن کو آج اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا ہے کہ وہ انصاف کریں' وہ اس ملک کے ساتھ انصاف کریں۔ وماعلینا الا البلاغ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میر محمد نصیر مینگل۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل (وزیر مملکت برائے قدرتی وسائل): شکریہ - جناب چیئرمین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب سے پہلے میں ایک چیز کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ گوادر کو خرید کر پاکستان میں شامل کیا گیا' یہ اس حد تک صحیح ہے۔ لیکن اس سے پہلے یہ بلوچستان کی ریاست قلات میں تھا' مکران کا ایک حصہ تھا اور یہ بلوچستان کا ایک حصہ

تھا۔ جو دوبارہ اس کو دیا گیا۔ اس کی تصحیح کر دی ہے۔

دوم یہ کہ ہم بنگلہ دیش کے وفد کو welcome کرتے ہیں، وہ ہمارے مہمان ہیں اور ساتھ ہی یہاں ہمارے معزز سابق سپیکر بلوچستان اکرم صاحب بھی بیٹھے ہیں میں اس کو اور ان کے ساتھیوں کو بھی welcome کرتا ہوں۔

چونکہ ہم سب کا تعلق بلوچستان سے ہے اور ہم بلوچستان کے سود و زیاں میں شامل ہیں اس لیے ہر چیز کے متعلق حق نمائندگی ادا کرنے کی انشاء اللہ کوشش کریں گے۔ پچھلے دنوں چند واقعات ہوئے۔ جنرل پرویز مشرف صاحب جب اقتدار میں آئے تو سب سے پہلا حکمران تھا جس نے کہا میں معذرت کرتا ہوں اگر پچھلے ادوار میں بلوچستان کے ساتھ کچھ ناانصافیاں ہوئی ہیں۔ اور جنرل صاحب کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ ذہن اور دل کے صاف آدمی ہیں اور جو کہتے ہیں وہ صدق دل سے کہتے ہیں۔ پھر بلوچستان میں انہوں نے جس انداز میں کام شروع کیے، کوسٹل ہائی وے انہوں نے بنائی جو گوادر کو جاتی ہے اور یہ مکران کے میرے ساتھی بیٹھے ہیں تین تین چار چار دن لگ جاتے تھے، آج چھ سات گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بھی ان کی وجہ سے ہوا ہے، یہ out of the way کر دیا۔

گوادر پورٹ جب بنی۔ یہ تقریباً تمام ادوار میں زیرغور آتی تھی کہ بلوچستان میں ایک پورٹ بنائی جائے۔ سونمیانی میں بنانے کی کوشش ہوئی۔ بجائے اس کے پورٹ قاسم بن گئی۔ بلوچستان کو وہ نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن جنرل صاحب نے چین سے بات کرکے خصوصی طور پر اس کا اہتمام کیا اور بلوچستان میں وہ گوادر پورٹ بن رہی ہے جو ناممکن تھا اور سب سے بڑی پورٹ ہے جو کراچی اور پورٹ قاسم سے زیادہ بڑی ہے وہاں دو لاکھ ٹن کا جہاز لنگر انداز ہوگا اور پوری دنیا میں خلیج وغیرہ کی جہاز رانی کی سہولیات ہوں گی ۔اور ساتھ ہی سنٹرل ایشیا اور چائنا تک وہاں سے ریلوے لائن وغیرہ، یہ سب ان کے دور میں ان کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ پچھلے دنوں جب وہ وہاں تشریف لے گئے تو وہاں ایک واقعہ ہوا۔ میزائل چلایا گیا تو اس کی جتنی بھی مذمت کریں کم ہے کیونکہ وہ ایک مہمان کی حیثیت سے گیا تھا اور دوسرے ایک خیرخواہ کی حیثیت سے اس نے اس صوبے کے لیے کام کیا ہے اور وہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ پھر دوسرے دن I.G. FC پر حملہ ہوا، یہ بھی افسوسناک ہے، اس کی مذمت کرتے ہیں۔ بسااوقات

ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ writ of government نہیں ہے، law and order maintain نہیں کیا جاتا۔ جب اس قسم کی چیزیں راکٹ لانچر یا میزائل چلیں گے تو law enforcing agencies ردعمل کے طور پر react کرتی ہیں، وہ بھی افسوسناک ہے۔ اس ایوان کے دونوں طرف کے بھائیوں سے میری request ہے کہ جذبات کی بجائے تمام حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو ہمیں جمہوریت کی اقدار کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اسلحہ کی نمائش یا اس کی ذخیرہ اندوزی کو ختم کرنا چاہیے۔ جمہوریت کو صحیح طریقے سے قائم کرنا چاہیے اور ملک کے لیے کام ہونا چاہیے۔ ہمارے ایک مقرر نے کہا کہ افہام وتفہیم سے کام لینا چاہیے۔ ابھی پچھلے دنوں جنرل صاحب کوئٹہ تشریف لائے تھے تو ایک ضلع ناظم نے اٹھ کر کہا کہ بلوچستان میں یہاں کے لیڈروں اور اہم آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ بات کریں تو صدر صاحب نے اس ناظم کو کہا کہ میں آپ کو یہ کام سونپ دیتا ہوں، میں کوئٹہ آنے کے لیے تیار ہوں، جو بھی مجھ سے ملنا چاہتا ہے اس کو لے آئیں، بلوچستان کے مسائل حل کرنے میں افہام وتفہیم کے لیے میں تیار ہوں۔ جب انہوں نے کھل کر اتنی بات کی اور ان کو بتایا تو میرے خیال میں ان کا ذہن اور دل صاف ہے۔ لہذا مسائل کو بجائے دوسرے طریقے سے حل کرنے کے، دوسرے مسائل پیدا کرنے کے، بیٹھنا چاہیے، ملنا چاہیے اور جو بھی چیزیں ہیں ان کو گفت و شنید اور افہام وتفہیم سے حل کرنا چاہیے جس کے لیے جنرل صاحب نے دعوت دی ہے اور وہ برملا کہتے رہتے ہیں اور پچھلے ادوار کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں لہذا ہمیں ان کی قدرکرنی چاہیے اور آگے جانا چاہیے اور بات کرنی چاہیے۔

اس کے ساتھ چونکہ ہماری گورنمنٹ ہے، اسی ایوان کے فلور پر چوہدری شجاعت حسین صاحب نے اعلان کیا تھا کہ بلوچستان کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے and it was headed by Mushahid Hussain Sahib جس کا میں ممبر تھا، اس میں پروفیسر خورشید صاحب بھی تھے جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے، ہم بلوچستان کے چپے چپے میں گئے، stakeholders سے بات کی، fishermen سے بات کی۔ گوادر گئے، کوئٹہ گئے، ہر مکتبہ فکر کے لوگوں سے ملے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ تیار ہوئی ہے اور submit ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس پر عمل کرنے کے بعد بلوچستان کے 80 % مسائل انشاء اللہ حل ہو جائیں گے۔ وزیر اعظم کے ساتھ ہم کوئٹہ جا رہے

تھے، میں تھا، رند صاحب تھے اور محترمہ زبیدہ جلال تھیں تو ہم نے بلوچستان کی سروسز میں نمائندگی کے بارے میں وزیر اعظم صاحب سے بات کی تو انہوں نے ہم تینوں کی کمیٹی بنائی، ہم نے پورا جائزہ لیا، 1500 صفحات پر ایک ایک department کا جائزہ لیا، ہم سے سب نے تعاون بھی کیا اور اس پر بھی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

اگر موقع دیا جائے تو انشاء اللہ ہمارے پارٹی کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین صاحب، وضعدار آدمی ہیں، ان کا ذہن اور دل صاف ہے، بلوچستان کے لیے وہ محبت رکھتے ہیں، پچھلے دنوں جب ڈیرہ بگٹی میں مارچ اپریل میں ایک واقعہ ہوا تھا تو چوہدری صاحب یہاں سے بہ نفس نفیس گئے، security clearance نہیں مل رہی تھی انہوں نے کہا کہ کوئی پرواہ نہیں ہے اور کوشش کی ۔ اب بھی چوہدری صاحب، مشاہد حسین صاحب، صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب کے ساتھ رابطے میں ہیں اور ہر فورم پر چاہے صدر صاحب ہوں، وزیر اعظم صاحب ہوں، پارٹی کے صدر چوہدری شجاعت حسین صاحب ہوں، سب صدق دل سے چاہتے ہیں کہ بلوچستان کے مسائل حل ہوں اور وہاں پیش رفت ہو اور وہاں ترقیاتی کام ہوں، development ہو، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے تاکہ جو احساس محرومی ہے اس کا ازالہ ہو۔ لہذا ہمیں چاہیے، میں اپنے سب دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کارخیر میں تعاون کریں، ہمارا ساتھ دیں اور ہم سب ایک ساتھ ہیں، بلوچستان کی ترقی چاہتے ہیں۔ بلوچستان میں جو احساس محرومی ہے وہ ختم کرنا چاہتے ہیں اس پر کسی کو شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے ۔ We are sons of the soil جتنی بلوچستان سے کوئی اور محبت کرتا ہے اتنی محبت ہم تمام بلوچی کرتے ہیں اور وہاں کی ہر چیز کو، اپنے نفع و نقصان کو سمجھتے ہیں لیکن ایسا ماحول create کرنے کی ضرورت ہے، بات اعتماد اور اعتبار کی ہے۔ جب حکومت وقت چاہتی ہے، صدر صاحب چاہتے ہیں کہ میں بات کرنے کے لیے تیار ہوں تو آنا چاہیے، بیٹھنا چاہیے تاکہ اس کا ایک صحیح نتیجہ، ایک صحیح result نکلے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، جناب محمد رضا محمد رضا۔

سینیٹر رضا محمد رضا، شکریہ۔ جناب چیئرمین! ایک عجیب اتفاق ہے کہ آپ مجھے ایسے موقع پر جب بلوچستان میں فوجی operation جاری ہے اپنی پارٹی پشتونخواہ ملی پارٹی اور اس ملک کی

محکوم اقوام پشتون، بلوچ، سندھی، سرائیکی، محکوم قوموں کی تحریک پونم کے موقف کو بیان کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ یہ اتفاق ہے کہ ایسے وقت پر کہ سابق مشرقی پاکستان اور آج کے آزاد اور خود مختار بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ کا ایک delegation اس معزز ایوان میں تشریف فرما ہے۔ ان کے لیے یہ ایک عجیب اتفاق ہو گا کہ اٹھاون سال گزرنے کے بعد ان کے اس سابق ملک میں یہاں کی وہ قومیں پشتون، بلوچ، سندھی، سرائیکی آج تک یہ مطالبہ کر رہی ہیں کہ ہمیں اس ملک میں برابری کا حق دیا جائے۔ ہمیں اس ملک کی حکمرانی میں حصہ داری دی جائے۔ ہمیں اپنے قومی وسائل پر اختیار دیا جائے، ہمیں قانون کی حکمرانی کا حق دیا جائے اور ہمیں اس ملک میں برابر کا شریک تصور کیا جائے۔ جناب! یہ اپنے مطالبات ہیں جو اس ملک کے قائم ہونے کے اٹھاون سال بعد ان ایوانوں میں کیے جا رہے ہیں۔ پھر یہ ہے جناب! کہ ان اٹھاون سالوں کی طویل مدت گزرنے کے بعد آج بھی اس ملک کی سالمیت کو خطرات لاحق ہیں۔ اس ملک کی بقا کو خطرات لاحق ہیں۔ آج بھی وہی سوالات اٹھائے جا رہے ہیں کہ اس ملک کا مستقبل کیسے محفوظ ہو گا۔ جناب چیئرمین! یہ وقت اس بات کو سوچنے کا تقاضا کرتا ہے کہ کیا اس ملک کو چلانے کے لیے ہم نے وہ بنیادیں قائم کی ہیں یا نہیں۔

جناب چیئرمین! اگر اس ملک میں ایک رضاکارانہ وفاق تشکیل دیا جاتا اور تمام اداروں کے حقوق اور اختیارات کا تعین کیا جاتا، اس ملک کے federating units کو وہ اختیارات دیے جاتے جو دنیا کے آزاد اور جمہوری اور آئینی ممالک نے عملی طور پر دیے ہیں تو آج ہمارے ملک کو ان مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ جناب چیئرمین! یہ ایک تلخ حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ اس ملک میں ایک قوم کی بالادستی ہے۔ پنجاب اس ملک کا ایک بالادست صوبہ ہے۔ اس ملک کی باقی قومیں زیر دست اور کالونیاں ہیں۔ وہ نوآبادیاں ہیں۔ جس قوم کے پاس سیاسی اختیار نہ ہو، جس قوم کے پاس معاشی اختیار نہ ہو، جس کے پاس ثقافتی اور اپنی زبان کا اختیار نہ ہو تو جناب! اس مغرز دنیا میں اسے غلام کہا جاتا ہے۔اور اس ملک کے پشتون، بلوچ، سندھی اور سرائیکی غلامی جیسی صورتحال سے دو چار ہیں۔اس ملک میں ہمیں اپنی حکمرانی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! یہ ملک نو سال تک بغیر آئین کے رہا۔ پھر جب اپنی مرضی کا one unit قائم ہوا تو پنجاب نے بالادستی قائم کر کے بنگال کی اکثریت اور ہماری قوموں کا وجود ختم کیا

اور پھر اس one unit کو طاقت دینے کے لیے مارشل لاء لگایا گیا۔ ایوب خان کا ایک طویل مارشل لاء اور اس کے تین سال گزرنے کے بعد اس وقت کے عظیم رہنماؤں، خان شہید عبدالصمد خان اچکزئی، بادشاہ خان، میر غوث بخش بزنجو، مرحوم شہید شیخ مجیب الرحمٰن، مولانا بھاشانی اور ان کی پارٹیوں نے، ان کے لاکھوں کارکنوں نے سروں کی قیمت پر، جیلوں کی طویل قربانیوں کے بعد جب پہلی بار حق رائے دہی تسلیم کروایا، منتخب حکومت کا حق تسلیم کروایا تو جناب! جب اس اسمبلی کے نتیجے سے، انتخاب سے انکار کیا گیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ آج میں داد دیتا ہوں بنگلہ دیش کے اپنے ان بھائیوں کو کہ ان کی تمام قربانیوں کے بعد آج وہ اپنی منزل کے بہت قریب چلے گئے ہیں۔ وہ ایک خوشحال اور ترقی یافتہ قوم کی قطار میں اب کھڑے ہیں جبکہ یہ سب کچھ ان کو صرف اور صرف اپنی سیاسی آزادی کی بدولت ملا۔

جناب چیئرمین! کیا چاہتے ہیں اس ملک کے بلوچ، پشتون، سندھی اور سرائیکی؟ اس ملک کو کسی نے فتح نہیں کیا تھا۔ یہ کسی کا مقبوضہ علاقہ نہیں تھا۔ یہاں کی قوموں کی تحریکوں کے نتیجے میں انگریز کی حکمرانی کا خاتمہ ہوا تھا۔ اس ملک کی قوموں نے اپنی مرضی سے اس ملک کے قیام میں قربانیاں دیں اور صدق دل سے تسلیم کیا۔ خان شہید عبدالصمد خان، باچا خان اور غوث بخش بزنجو نے یہی کہا کہ انگریز کے چلے جانے سے پہلے ہم چاہتے تھے کہ ایک متحدہ ہندوستان ہو اور اس میں ہر قوم کی اپنی ریاست ہو اور وہ بااختیار ہو لیکن جب دو مملکتوں کا وجود عمل میں آیا تو ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ نوزائیدہ ملک خداداد پاکستان قائم و دائم ہو لیکن وہ قائم صرف ایک شرط پر رہ سکتا ہے کہ اس ملک میں قوموں کی برابری ہو۔ قوموں کے federating units کی رضاکارانہ وحدت پر یہ ملک قائم ہو اور اس ملک میں عوام کی حکمرانی ہو، جمہور کی حکمرانی ہو، قانون کی حکمرانی ہو۔ جناب والا! ان بنیادی انسانی مطالبات پر بدترین سزائیں ملیں۔ ہمارے قائدین کو طویل سزائیں ملیں حتیٰ کہ ان کو شہید کیا گیا۔ بدترین اذیتیں دی گئیں لیکن اس مطالبے سے کوئی دستبردار نہیں ہوا۔ یہ جو آپ نے مختلف operations کیے، ٹکر اور چارسدہ میں، صوابی میں ہمارے ہزاروں شہداء کا خون آپ نے گولیوں سے بہایا اور پھر بلوچوں اور سندھیوں میں قتل و غارتگری کے اس سلسلے کو شروع کیا۔ فوجی طاقت کی ننگی جارحیت سے، فوجی قوت کے استعمال سے اور ان کی توپوں کے استعمال سے مطالبات ختم نہیں ہوئے۔ تحریکیں خاموش نہیں ہوئیں بلکہ ان

تحریکوں میں اور بھی لاکھوں اور کروڑوں لوگ شامل ہوئے ہیں۔

آج پشتونوں کی تحریک پہلے سے زیادہ طاقتور ہے، بلوچوں کی تحریک ہمیشہ ماضی سے زیادہ طاقتور ہے اور سندھیوں کی بھی۔ کل آپ نے مظاہرہ دیکھا جناب! کراچی میں۔ آپ جب کالا باغ مسلط کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے ردعمل کا منظر دیکھا تمام محکوم قوموں کے اور اس ملک کے تین صوبوں کے عوام کا جس میں ایم کیو ایم بھی شامل تھی۔ قوموں کے کروڑوں لوگوں نے مسترد کیا کالاباغ کو لیکن آپ کا جرنیل بضد ہے کہ gun point پر وہ بنائے گا اور یہی صورتحال ہے جناب! بلوچستان کی۔ بلوچستان میں جو واقعات ہوئے، جو مطالبات ہوئے ان کو پرامن طریقے سے حل کرنے کے لیے بہترین کمیٹی قائم ہوئی، پارلیمانی کمیٹی قائم ہوئی مشاہد حسین صاحب کی صدارت میں، جس میں اس ملک کے اس ایوان میں نمائندگی رکھنے والی تمام پارٹیوں نے شرکت کی اور تعاون کیا، اس میں حصہ لیا اور مسائل کے حل کے سلسلے میں بہترین سفارشات پیش کیں۔ درست سمت میں اقدامات اٹھائے لیکن جناب چیئرمین! اس کمیٹی کے فیصلوں کو جو اس ایوان میں بھی پیش ہوئے، وہ نہایت اہم تھے، اس صوبے کی پشتون بلوچ عوام کا اختیار تسلیم کرلیں، وہ اگر گیس کے حوالے سے تھے، کمیٹی کی سفارشات میں ہے، قابل قبول یا قابل عمل ممکنہ فارمولا اس میں آگیا۔ اگر گوادر کے حوالے سے تھے تو کمیٹی نے تسلیم کیا تھا کہ گوادر پر، اس پراجیکٹ پر وہاں کے صوبے کی پشتون، بلوچ اتھارٹی ہو، صوبے کی اتھارٹی ہو۔ وہاں کے مسلح ریاستی مظالم کے حوالے سے، وہاں پر بدترین drought کے حوالے سے، بدترین پسماندگی جس نے پشتونوں کو گھیرے میں لے رکھا ہے، سڑکوں کے، ڈیموں کے حوالے سے کمیٹی کی سفارشات مختلف پراجیکٹس کی صورت میں دی گئیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کے ذریعے جو ایل ایف او کے ذریعے آپ نے مسلط کیا، آپ وہاں پر پولیس سٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔ نئی طرز پر ایک استعماری قبضے اور غلبے اس کے خلاف پارلیمانی کمیٹی نے سفارشات دیں کہ کوئی پولیس سٹیٹ قائم نہیں ہوگی بلکہ لیوی کو جدید بنیادوں پر منظم کیا جائے گا۔ جناب چیئرمین! مشاہد صاحب کے علم میں، میں نے یہ بات لائی کہ اس کمیٹی کی سفارشات اور فیصلوں کے باوجود پولیس کو تمام علاقوں میں پھیلایا جا رہا ہے۔ پولیس جب شہروں تک محدود تھی تو اس کے علاقے میں پندرہ سے بیس کلومیٹر تک توسیع کی گئی۔ وسیم سجاد صاحب کی کمیٹی

نے ابتدائی طور پر کچھ فرمودات ہمیں پیش کئے، ان میں اعتراف کیا گیا تھا کہ یہ بہت درست تصور تھا کہ مضبوط صوبے، مضبوط پاکستان کی ضمانت ہیں، بلکہ وسیم سجاد صاحب نے یہ لکھا تھا کہ یہ اب ثابت ہوا ہے کہ یہ تصور غلط تھا کہ مضبوط مرکز، مضبوط پاکستان۔ اس نے کہا کہ یہ غلط تصور تھا بلکہ اصل تصور ہے کہ مضبوط صوبے مضبوط پاکستان کی ضمانت ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ جو آپ کہتے ہیں کہ ہماری فوجی طاقت کے استعمال سے یہ بلوچ، پشتون یا سندھی اپنے حقوق سے دستبردار ہونگے تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ کون لوگ ہیں، خیر بخش مری، ان قائدین میں شامل ہے جنہوں نے جمہوریت کے تمام تجربے آزمائے ہیں، اب وہ مایوس ہیں، جب آپ جمہوری طریقے سے، آئینی طریقے سے قوموں کے حقوق کے تمام دروازے بند کریں گے تو جدوجہد کے یہ طریقے استعمال ہونگے، جو آپ کی نظر میں غیر آئینی ہونگے، جو آپ کی نظر میں متشددانہ ہونگے لیکن ایک ایسی قوم کے لئے جو غلامی کے لیے تیار نہ ہو، جو برابری کے حق کی علمبردار ہو، اس کے لیے کوئی راستہ نہیں۔ آپ کے اس تشدد سے، ریاستی مشینری کے استعمال سے وہ دبے بھی نہیں۔ آج بھی بلوچوں کا، سندھیوں کا، پشتون کا مطالبہ یہ ہے۔ میں اس floor پر کہتا ہوں اور کالا باغ پر جب بات ہوگی تو ہم کہیں گے، جیسا کہ اسفند یار ولی خان نے کہا ہے کہ اگر آپ یہ طریقے اپنائیں گے، آپ اپنا انحصار طاقت پر کریں گے، آپ کے خیال میں اگر طاقت کالا باغ کی تعمیر کا ذریعہ ہے تو آپ یہ توقع نہ رکھیں کہ ان ایوانوں میں لوگ آئیں گے۔ جناب اسفندیار ولی نے اعلان کیا ہے کہ اگر گن پوائنٹ پر کالا باغ بنے گا تو ہم ان ایوانوں میں نہیں ہوں گے۔ اس سے پہلے یہ خیر بخش نے کہا تھا۔ خیر بخش نے یہی کہا تھا کہ بلوچ حق کی حکمرانی سے دستبردار نہیں ہوسکتے۔ یہ ہمارا حق ہے کہ بلوچستان پر حکمرانی بلوچوں کی ہوگی۔ پشتونخواہ پر حکمرانی پشتونوں کی ہوگی۔ سندھ پر حکمرانی سندھیوں کی ہوگی، پرانے اور نئے سندھیوں کی۔ سرائیکستان پر حکمرانی، سرائیکیوں کی ہوگی جناب کہ یہ ملک وفاقی پارلیمانی جمہوریت کے طور پر چلے گا۔ وسیم سجاد صاحب بڑے سخت ہیں، ہم نے اس وقت ان کو نشان دہی کی تھی کہ جب تک اس ملک کے سینیٹ کو آپ با اختیار نہیں کرتے، Federating Units کے اس ایوان کو، جب تک قوموں کو وسائل پر آپ اختیار نہیں دیتے، بلوچوں کو اپنی گیس، معدنیات اور ساحل پر، اپنے وسائل پر اور پشتونوں کو اپنے دریاؤں، اور معدنی وسائل اور اپنی بیش قیمت خزانوں والی

سرزمین پر ان کا حق تسلیم نہیں کرتے اور ان ایوانوں میں آپ ان کو گارنٹی نہیں دیتے، چیئرمینوں کے ذریعے تو مسائل حل نہیں ہوں گے۔ فوجی طاقتوں کے ذریعے جب سوویت یونین کو آپ متحد نہیں رکھ سکتے۔ عظیم لینن نے ستر سال اس کو متحد رکھا تھا۔

Mr. Presiding Officer: Raza Sahib, there is something more important.

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب! important یہ ہے کہ جب سوویت یونین نے قوموں ---

Mr. Presiding Officer: Just a minute. There is something more important in the House. Let us know it what is the very important discussion going on. Please be attentive to the speaker. That is the grace of the House.

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہا کہ تھا کہ سوویت یونین اس وقت تک متحد رہا جب تک قوموں کے حق خود اختیاری کا احترام تھا۔ جب اس حق سے انکار کیا گیا تو سوویت یونین کے تمام ایٹم بم سوویت یونین کو متحد نہ رکھ سکے، وہ سولہ ریاستوں میں تبدیل ہوا۔ اور یہی انجام ہوگا، ہمارے قاضی جاوید اشرف صاحب کو بڑا گھمنڈ ہے اپنی فوجی طاقت پر۔ اس کی طاقت بالکل ریت ثابت ہوگی قوموں کے ارادوں کے سامنے۔ جب قومیں اٹھیں گی اپنی آزادی کے لیے، برابری کے حق کے لیے تو آپ انہیں خاموش نہیں کر سکیں گے۔ لاکھوں لوگوں کو قتل کرنے کے بعد کیا آپ بنگلہ دیش کا راستہ روک سکے؟ یہ بھی آپ نہیں روک سکیں گے۔

اس ہاؤس کی وساطت سے میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ بلوچستان میں جاری فوجی آپریشن کا فوری خاتمہ ہو۔ بلوچستان کے ان علاقوں سے جہاں پر آپریشن جاری ہے تمام مسلح قوتوں کو نکالا جائے۔ تمام گرفتار شدگان کو رہا کیا جائے۔ یہ جو طریقے ہیں اغوا کے، قانون ماورائے عدالت کے اقدامات کے، ان کا فوری خاتمہ ہو۔

Mr. Presiding Officer: Please resume your seat now.

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب! وہ جو کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں، مشاہد صاحب کی

سربراہی میں بلوچستان پر پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات کے ایک ایک لفظ پر فوری طور پر عمل کیا جائے اور جو وسیم سجاد کی کمیٹی ہے جس میں آئینی ترامیم propose کی گئی ہیں ان کو فوری طور پر لایا جائے، سینیٹ کو بااختیار کیا جائے۔ چار subjects دفاع، کرنسی،خارجہ امور اور مواصلات کے علاوہ باقی سب اختیارات صوبوں کو دیے جائیں۔

Mr. Presiding Officer: Please take your seat. Mrs. Nighat Mirza.

سینیٹر نگہت مرزا ایڈووکیٹ، جناب چیئرمین صاحب!

مصلحت میری فطرت میں شامل نہیں
اور یہی اک برائی سزا ہو گئی

جناب! آج بلوچستان پر جو بحث جاری ہے یہ کوئی آج پہلا موقع نہیں ہے کہ یہاں بلوچستان کی بات ہو رہی ہے۔ پچھلے تین سالوں میں سب سے زیادہ اگر کسی topic کو زیر بحث لایا گیا ہے تو وہ بلوچستان ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ بلوچستان کی بات جس شدومد سے ہوتی ہے اس شدو مد سے اس کا سیاسی حل نکالنے کی کوششیں نہیں کی گئیں۔ انصاف پسندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ بلوچوں کے ساتھ بیٹھ کر جس قدر وقت دیا جاسکتا تھا حکومت وقت کو اس قدر وقت دینا چاہیے تھا، ہر چند کہ دیا بھی گیا لیکن اگر صرف معاملات طے ہونے تک بات ہو تو زبانی وعدے تو بہت ہو جاتے ہیں لیکن اگر بلوچوں کے اندر پھیلی ہوئی بے چینی کو دور نہیں کیا جا سکتا تو اس وقت تک ہمیں ہمیشہ اس ایوان میں یہ بحث سننے کو ملے گی۔ ایسی بحث جس کا کوئی حل نہیں نکل سکتا اور دنیا میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کا کوئی سیاسی حل مذاکرات کے ذریعے نہ نکالا جا سکے۔ بہرحال میں یہاں اپنے اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہوئے بھائیوں سے بھی request کروں گی اور treasury benches کے بھائیوں سے بھی کہ جب ہم پارلیمنٹ میں موجود ہوتے ہیں تو ہمارا ایک ایک لفظ بڑے غور سے سنا جاتا ہے۔ پاکستان ایک اٹل اور زندہ حقیقت ہے۔ ہمیں اسے نہیں بھولنا چاہیے۔ جب ہم کوئی بات کریں تو ہمیں اپنے لب ولہجے اور الفاظ کو control میں رکھنا چاہیے تاکہ کہیں بھی ہمارے متعلق صوبوں کو شبہات پیدا نہ ہوں۔ اگر treasury benches

سے زور و شور سے باتیں ہوتی ہیں تو اپوزیشن اس سے زیادہ زور و شور سے باتیں کرتی ہے۔ جناب والا! دلائل اپنی جگہ موجود ہیں۔ بلوچ قوم کی غربت اور افلاس سب کے سامنے ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اپنی بات کو کہتے ہوئے موثر انداز اختیار کرنا چاہیے لیکن پاکستان سے علیحدگی کی بات کرنا یا برا بھلا کہنا موضوع بحث نہیں ہونا چاہیے۔

اسی شکوے سے قائم ہے رفاقت کا بھرم
ایک شکوہ جو میں نے ابھی اٹھا رکھا ہے

جناب والا! ہم دودھ کے جلے ہوئے ہیں۔ 19 جون 1952 کو ریاستی operation سندھ کے شہری علاقوں نے جھیلا ہے۔ ہم نے اپنے پندرہ ہزار جوان، اپنے شہر، صوبے اور اس ملک کی بقا و سلامتی کے لئے قربان کیے ہیں اور اُف تک نہیں کی۔ اگر آج صدر مملکت کے جلسے پر راکٹ برسائے جاتے ہیں تو یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ بلوچ میزبانی کے لئے مشہور ہیں۔ میزبانی کا یہ طریقہ شاید کہیں بھی بھلا نہیں سمجھا جاتا لیکن ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کے مطالبات پارلیمنٹ میں پیش کریں۔ جب آپ جائز مطالبات رکھتے ہیں تو لوگ آپ کی حمایت کیوں نہیں کریں گے۔ متحدہ قومی موومنٹ کے قائد جناب الطاف حسین کا حالیہ بیان record پر ہے کہ بلوچستان میں فوجی operation بند کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں صدر مملکت سے آپ کی وساطت سے درخواست کروں گی کہ اعلانیہ یا غیر اعلانیہ جو فوجی یا ریاستی operation بلوچوں کے خلاف جاری ہے، اسے فی الفور ختم کیا جائے۔ تاہم دہشت گردوں کے خلاف operation الگ بات ہے اور دہشت گردی کی کہیں بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ آزاد مملکت ہے اور بلوچوں کو اس سلسلے میں حکومت کا ساتھ بھی دینا چاہیے لیکن اگر دہشت گردوں کے ساتھ مظلوم اور مزدور طبقات پس گئے یا عوام اس کی زد میں آ جائیں تو یہ پھر کسی بھی حکومت، کسی بھی مملکت، کسی بھی صدر مملکت، کسی بھی وزیر اعظم کے لیے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمیں اپنی بات سکون اور اطمینان کے ساتھ کہنے کی عادت ہونی چاہیے۔ اس سے پہلے بھی میں نے یہاں ایوان میں درخواست کی تھی کہ اگر پاکستان کے بارے میں الٹے سیدھے نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کیا جائے تو یہ ہم سب کے حق میں بہتر ہوگا۔ یہ پاکستان ہمارے لیے ایک سرمایہ ہے۔ ہمارے پاس سر چھپانے کی جگہ ہے۔

کبھی جا کر ان لوگوں سے پوچھیے جن کے سروں پر آسمان نہیں ہوتا اور بے سروسامانی کے عالم میں کبھی ایک مملکت سے دوسری اور کبھی دوسری سے تیسری مملکت کی طرف سفر کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے ہزاروں لوگوں کو دیکھا ہے اور وہ ہمیشہ دلگیر رہتے ہیں۔

جناب والا! بات یہ ہے کہ ہمارے ایک بھائی نے یہاں پر جناح پور کی بات کی ہے۔ میں یہاں یہ بات clear کرنا چاہتی ہوں کہ کسی زمانے میں متحدہ قومی موومنٹ کے خلاف operation جاری تھا، اس زمانے میں جناح پور کی بات کی گئی تھی لیکن یہ بات on record ہے اور فوج کے مقتدر حلقوں نے اس کی تردید کی تھی اور کہا تھا کہ کسی جناح پور کی سازش کا انکشاف نہیں ہوا اور جب اس کا پتا لگایا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ الزام جھوٹ پر مبنی تھا۔ میں نے یہ بات record کی درستگی کے لئے آپ کے سامنے کی ہے۔ بلوچ عوام کی حمایت پاکستان کا ہر باشندہ کرتا ہے۔ بلوچوں کے مسائل سے سب لوگ واقف ہیں۔ اب حکومت کیا کرتی ہے، حکومت کی کیا مجبوریاں ہیں، تاہم فی الحال ہم جو دیکھ رہے ہیں، اس کے مطابق ہم نے حکومت کی پوری توجہ بلوچستان کی طرف دیکھی ہے۔ گوادر پورٹ ایک زندہ مثال کی صورت میں سامنے ہے لیکن اگر اتنے بڑے بڑے منصوبوں کے ساتھ ہم بلوچ عوام کو تعلیم کے حق سے محروم رکھتے ہیں، ان کے معاشی مسائل سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں یا جو مسائل انہیں درپیش ہیں، جن کے حل کے لیے وہ حکومت کی جانب نظریں لگائے ہوئے ہیں تو حکومت کو بھی ضرور اس طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ ہم اپنے صوبوں کی محرومیوں کو بڑھا کر بار بار بنگلہ دیش کا سوال اپنے سامنے کیوں کھڑا کر لیتے ہیں۔ بنگلہ دیش جن حالات میں بنا، ان سے ہر حساس دل پاکستانی واقف ہے۔ وہ کہانی اتنی دردناک اور الم ناک ہے کہ آج بھی وہ لوگ پاکستان سے محبت کرتے ہیں، وہ ان حالات کو یاد کر کے دلگیر ہو جاتے ہیں۔ اب ہم یہ نہیں چاہتے اور ہم میں سے کسی کی یہ خواہش نہیں ہوگی کہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں کہیں بھی کوئی دراڑ پڑے اور یہ کیوں پڑے؟ اس وقت جو حکومت کام کر رہی ہے، کیا ہم محسوس نہیں کرتے کہ اس سے پہلے پارلیمنٹ میں ایسے بولنے کی آزادی نہیں تھی۔ کیا ہم محسوس نہیں کرتے کہ ہم نے جمہوری ادوار میں ظلم وستم عوام پر ہوتے دیکھا ہے۔ کیا ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جمہوری ادوار میں ڈنڈا ڈولی کر کے پارلیمنٹ سے ارکان کو باہر پھینکا جاتا تھا۔ آج ہم سب متحدہ سمیت حکومت پر

تنقید کرتے ہیں اور اگر اس حکومت پر تنقید کرتے ہیں تو اپنے گھروں میں جا کر اطمینان سے سوتے ہیں اور ہم پر کوئی دفعہ نہیں لگتی ہے لیکن یہ طریقہ نہیں ہے کہ ہم ۲۴ گھنٹے الزام تراشیاں کریں۔ اگر کوئی اچھی بات ہوتی ہے تو اس کے بارے میں ہمیں برملا اظہار کرنا چاہیے۔ اگر دس باتیں غلط ہیں تو کوئی آدھی بات اچھی بھی ہوگی جس پر تبصرہ کرکے ہم اپنے حلقے میں لوگوں کو بتا سکتے ہیں اور اس کا اظہار کرکے جو لوگ کام کر رہے ہیں ان کا دل بھی بڑا کر سکتے ہیں۔ بہرحال ہم صدر مملکت سے، وزیر اعظم سے، پوری حکومتی مشینری سے درخواست کر رہے ہیں کہ خدا کے واسطے بلوچستان کو محرومیوں کی دلدل میں مت دھکیلیں، بلوچ اور ہم جس چین کے خواہاں ہیں وہ امن اور چین ہم لوگوں کو مہیا کیا جائے۔ اعلانیہ یا بغیر اعلانیہ فوجی آپریشن ہمیں ابھی تک یاد ہے۔ اس کو بند کرکے لوگوں کو وسائل دردمندانہ طریقے سے مہیا کیے جائیں اور مسائل کو حل کرنا چاہیے۔ بار بار ہمیں اس کہانی کی طرف جانے سے بچائیے جو بنگلہ دیش کی شکل میں ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی گوارا نہیں کرے گا کہ ہمارے کسی ایک صوبے کے بھی بہن اور بھائی دلدل میں اس حد تک گر جائیں کہ خدانخواستہ بلوچستان والے علیحدگی کے بارے میں سوچیں۔ پاکستان کی علیحدگی کے بارے میں سوچنا غلط ہے۔ میں اپیل کروں گی کہ آپ اپنی باتوں کے دوران بڑی بڑی باتیں کر جاتے ہیں لیکن خدارا! پاکستان کو جلد مت گرائیے۔ پاکستان، پاکستان ایک زندہ جاوید اٹل حقیقت ہے۔ اس کی مثال Constitution ہے، یہ ہماری فوج کا نام آتا ہے۔ میں اس کی وضاحت کرنا چاہوں گی کہ بدترین فوجی آپریشن ہم نے بھی جھیلا ہے لیکن آپ دیکھیے اور ہمیں فوج کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ جب بھی ملک پر کوئی مصیبت کی گھڑی آتی ہے تو وہ کام فوجی ہی کر سکتے ہیں سویلین نہیں کر سکتے چاہے وہ سیلاب کا ہو یا موجودہ زلزلہ ہو یا کوئی بھی قدرتی آفت ہو اور اس میں فوجی جوان آگے نہ آئیں تو میرا خیال ہے کہ ہم اپنی آفات کو کبھی بھی حل نہیں کر سکتے۔ تو مہربانی کرکے فوج کو اس طرح برا بھلا نہ کہیے کہ وہ اچھے کام کرنے والے لوگ ہیں۔ اگر فوجی آپریشن کرتے ہیں تو وہ حکومت کی جانب سے کرتے ہیں اکثر فوج ایسے علاقوں میں نہیں جایا کرتی۔ آپ نے جو بھی مطالبہ کرنا ہے وہ حکومت سے کیجیے، فوج کو اس طرح بدنام کرکے یا فوج کے بارے میں نازیبا باتیں نہ کریں۔ میرا خیال ہے کہ ایسا ہوتا ہے اور ان کو برا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو

ہم بار بار point out کرتے ہیں، وہ لوگ جو اس کے اہل نہیں ہیں کہ وہ کہیں جا کر فوجی آپریشن شروع کریں یا کچھ کریں۔ آپ سب کو علم ہے کہ جب تک حکومت involve نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکتے ہیں ۔۔بہرحال اللہ تعالیٰ بہتری کی بہت ساری راہیں نکالیں گے۔ ہمارے بلوچ بھائیوں کو بھی چاہیے کہ صبر اور تحمل کے ساتھ ان حالات کا بھی مقابلہ کریں اور انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کے لیے بہت ساری اچھائیاں ہوں گی۔ میں دو تین اشعار پیش کرنا چاہتی ہوں لیکن یہ اشعار نہ تو بلند و بانگ تقریروں کے جواب میں ہیں اور نہ کسی شر پسندی کے، یہ آپریشن کے دنوں میں میں نے اپنے بہن بھائیوں کے لیے لکھے تھے لیکن یہ صرف اور صرف مجبور اور مظلوم بلوچ عوام کے لیے ہیں۔

سروں سے اپنے جو گزرے عذاب کے موسم
برستی آگ کو ہم سہاگ کیسے لکھیں
ہمیں تو ٹانگا گیا مصلحت کی سولی پر
بندے حال تو کہیے جناب کیسے لکھیں

اور آخری شعر ہے کہ

ہمیں تو حق بھی ملا جیسے بھیک سے بدتر
گزر رہا ہے جو حال خراب کیسے لکھیں

شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: What is the sense of the House? Up to what time we should carry on the proceeding? The House is adjourned to meet again on 26th December, 2005 at 3.30 p.m.

[The House was then adjourned to meet again on 26th December, 2005 at 3.30 p.m.]